اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہیں تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہو سکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہنچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اسی میں بیان کیا گیا ہے کہ "سہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام"۔ خدا اور رسول کے حصہ کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لئے ہونے کا سبب یہ ہے کہ جو باتیں پیغمبر کو کرنی پڑتی تہیں یعنی مسلمانوں کی مدد اور قضاء دیوں اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج وجہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہیں۔ "کمال القمی والخمس یقسم علی ستۃ اسہم سہم اللہ وسہم لرسول اللہ وسہم الامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلثۃ اسہم لایتام الرسول ومساکینہم وابناء سبیلہم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسہم لان اللہ تعالیٰ قد الزمہ الزم النبی من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونہم وحملہم فی الحج والجہاد۔

تفسیر منہج الصادقین میں ذیل آیہ "ما افاء اللہ علی رسولہ" الخ کے لکھا ہے کہ فئے اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سواروں نے اس پر حملہ نہ کیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لئے ہوتا ہے ان کی زندگی میں اور بعد ان کے اس آدمی کے اختیار میں جو ائمہ دین سے انکا قائم مقام ہو اور ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں دیں اور جس کام میں مناسب جانیں صرف کریں اور یہ قول امیر المومنین کا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ "سوم فئے است (یعنی اموالیکہ ائمہ وولاۃ دراں تصرف دارند) وآں مالی است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال و ایجاف خیل و رکاب وآں رسول را باشد دہند در حیات وے وبعد از وی کسے را کہ قایم مقامی وے باشد از ائمہ دین والیشاں بہر کس کہ خواہند دہند وبہرچہ صلاح باشد صرف نمایند وایں قول امیر المومنین است صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ"۔

اور یہ قول جو جناب امیر المومنین کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔

اور آپ کے بعد اسکی تقسیم میراث کے طور پر نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وہ آپ کے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار میں رہتا تھا۔ اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسی کے آگے یہ لکھا ہے کہ "ابن عباس وعمر و فقہائے ما برانند کہ مستحقاق فئے و خمس بنو ہاشم انداز فرزندان ابوطالب و عباس"۔ اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہیں سمجھتے بلکہ وہ اس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہیں جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہ۔ قطع نظر روایتوں اور اقوال اور حدیثوں کے خود قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ فئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آیہ "ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ" میں جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فئے خدا اور رسول اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافرین کے صرف کے لئے ہے اُن میں یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اس لئے ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی خبرگیری کے واسطے ہے۔ اور یہ مثل اسکے ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبہ کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اس کے مصارف بتادے بلاشبہ اس حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ جو کچھ اسکی ذات کے لئے مقرر ہے وہ اُس میں سے نکالکر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق اُن مصارف میں صرف کرے جو اسکے بادشاہ نے بتادئیے ہیں نہ یہ کہ اسکے اختیار میں آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہاں چاہے خرچ کرے اور اُسے بطور میراث کے اپنے ورثے پر تقسیم ہونے کے لئے چھوڑ جائے اسی طرح فئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار میں دیا اور اسکے مصارف بتادئیے کہ اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے کام میں خرچ کرے اگر یہ منظور نہ ہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل

اسکے شریک نہ کئے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چلکر خدا نے زیادہ صراحت سے
بیان کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے "کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم" اور یہ حکم
بھی اس لئے دیا ہے کہ مال فئے مالداروں ہی کے ساتھ مخصوص نہو جائے کہ دست
بدست ان میں پھرتا رہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ فئے کا مال
ذاتی ملکیت کسی کا ہو جاتے اور اباحق جدا ایک سے دوسرے کو پہنچتا رہے۔
چنانچہ تفسیر منہج الصادقین میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ "حق سبحانہ
انرا (یعنی فئے را) خاصہ پیغمبر گردانید و قسمت آن را بر وجہیکہ مذکور شد مقرر
ساخت و فرمود کہ برین طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تا نباشد آن فئے دولۃ
آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گردان بین الاغنیاء منکم میان توانگران
از شما کہ بان مکاثرت کنند و بقوت و غلبہ زیادہ از حق خود بردارند و فقرا را اندک
دہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود" اسکے بعد مفسر موصوف لکھتے ہیں
کہ خطاب باہل ایمان است غیر از پیغمبر و اہل بیت وی صلوات اللہ علیہم اجمعین
لیکن اس قول کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل
بیت میں سے کسی کا ذاتی ہے کہ اس میں ترکہ و میراث جاری ہو سکے اور ہمارے
قول کی تصدیق اس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدی کا تفسیر منہج الصادقین
میں نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربیٰ سے بھی مراد امام ہے نہ قرابتدار اس لئے کہ
پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے اور فئے اس کے اختیار میں ہونا چاہئے جیسا کہ وہ لکھتے
ہیں کہ "از علم الہدی نقل ست کہ ذی القربیٰ کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند
برانکہ مراد ازان امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربیٰ
واقع می شد۔"

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر میں ذیل آیہ "کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم" کے
لکھتے ہیں کہ "الدولۃ اسم للشئ الذی یتداولہ القوم بینہم یکون لہذا مرۃ ولہذا مرۃ اسے

لیلا یکون الفئ متداولا بین الروساء شکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاہلیۃ وہذا خطاب للمومنین دون اہل بیتہ علیہم السلام وفی ہذا الآیۃ اشارہ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ ولہذا قسم رسول اللہ اموال خیبر ومن علیہم فی رقابہم واجلی بنی النضیر وبنی قینقاع واعطاہم شیئا من المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریہم ونساءہم وقسم اموالہم علی المہاجرین ومن اہل مکۃ یعنی اس آیت میں اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے نبی کے قائم مقام ہوں سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور انکی جانوں کے باب میں اُن پر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دیکر جلا وطن کر دیا۔ اور بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کیا اور ان کے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔ ان اقوال مذکورہ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات میں فرق رکھتا ہے کہ اس میں کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہیں ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار میں رکھا گیا تھا تاکہ اسپر آپ متولیانہ قابض رہیں۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اسے کام میں لائیں بعد آپکے خلیفہ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار میں دیا گیا تاکہ وہ بھی انہیں مصارف میں اسے صرف کریں جن میں رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال میں بسبب اسکے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہیں ہو سکتی تھی اور چونکہ فدک اموال فئے میں سے تھا اس لئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ میں بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنے بھی نہ ہوتی تاہم فدک بوجہ نہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرار احکام میراث سے مستثنے رہتا۔

اسی سے بعض دور اندیش امامیہ نے فاطمہؓ کے دعوے فدک کو میراث پر محدود

رکھنا مناسب نہ جانکے اس کا ہبہ کیا جانا اور فاطمہ کا دعویٰ ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ
آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے۔ کیونکہ
ہبہ بغیر قبضہ مالکانہ ممکن نہیں ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہیں اور آسے
ایک ایسی تاریخی سلسلے ۔۔۔ بیان کرنا مناسب جانتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ حضرات
امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علمانے اسکی نسبت سنیوں کی روایتوں سے کیا کیا
ثبوت پیش کیا ہے۔

بحث متعلق ہبہ فدک

اسکے متعلق جو کچھ شیعوں کے اُن بزرگوں نے لکھا ہو جن کا زمانہ ائمہ کرام کے
قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہیں گزرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل
نہوگا۔ ہم کو جہاں تک علم ہے سب سے اول کتاب جس میں یہ بحث تفصیلاً بیان
کی گئی ہے وہ شافی ہے۔ جسکو جناب سید مرتضیٰ الملقب بعلم الہدیٰ نے قاضی
عبد الجبار کی کتاب مغنی کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے
اخیر یا پانچویں صدی کے شروع میں تالیف ہوئی ہے اس لئے کہ اسکے مولف
۳۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۳۶ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ ۱۳۰۱ھ
میں یہ کتاب ایران میں چھاپی گئی اور اسکی نسبت یہ لکھا گیا۔ "وھو کتاب لم یات
بمثلہ احد من الائمۃ فی سالف الشہور والاعوام ولایاتون ابداً ولو کان بعضہم
لبعض ظہیراً لان اجدادہ الطاہرین کانوا لہ فی نصرۃ لہم ہادیاً ومویداً ونصیراً۔
کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جسکے مانند گزشتہ زمانہ میں کوئی نہ لکھ سکا اور
نہ آیندہ لکھ سکے گا۔ اس لئے کہ اس کی تصنیف میں ائمہ کرام مصنف کے اجداد
کی تائید اور مدد تھی۔

(بقیہ دیکھو صفحہ ۸۱ کے نصف صفحہ سے)

حضور انور جب خیبر سے مدینہ کی طرف واپس تشریف لائے تو آپ نے راستہ میں تو وادی القریٰ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک یا دو دن تک تو یہودی خفیف سا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر آخر میں انھوں نے اطاعت قبول کر لی اس طرح گویا یہودیوں کے کل ان قبائل پر جو مدینہ کے شمال میں آباد تھے مسلمانوں نے فتح حاصل کر لی۔

بہ نسبت اور قلعوں کے خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھ غنیمت کا مال زیادہ لگا سیکڑوں من کھجوریں۔ تیل۔ شہد۔ جو۔ ہزاروں بھیڑیں اور اونٹ۔ ان کے علاوہ معقول جواہرات اور چاندی سونے کے سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ کل مال غنیمت کا پانچواں حصہ حسب قاعدہ حضور انور نے لیا تاکہ آپ غریب مسلمانوں کو اور اپنے کنبہ والوں کو اس میں سے تقسیم کریں۔ باقی چار حصہ میں سے بہت سا سامان

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے لکھا اور اس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مولف نے خاتمہ پر لکھا ہے ۴۳۲ھ ہجری میں لکھی گئی۔ اس کی تعریف میں بھی یہ لکھا گیا ہے۔ " وہو کاصلہ لم یات مصنف ولا مولف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء " کہ یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مولف نے ایسی کتاب کور چشم علماء اہل سنت کے رد میں نہیں لکھی۔

اس کے بعد کتاب کشف الحق و نہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکماء المتاخرین علامہ جلال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جن کی نسبت قاضی نور اللہ تستری اپنی کتاب احقاق الحق میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجایتو خدا بندہ کے سامنے علماء اہل سنت سے جو مختلف شہروں سے جمع کئے گئے ہیں مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ ان کے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیت اس طور سے ثابت کی کہ علماء اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش

غیر ضروری سمجھا گیا نیلام کر دیا گیا۔ اسکے بعد نقد روپیہ معہ کل سامان کے اٹھارہ سو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

گاؤں اور زمینیں دوہرے اصول پر یہودیوں کے حوالے کی گئی اور اس میں سے ایک حصّہ خاص حضور انور کی تحویل میں رہا اسی طرح قلعوں کی بھی تقسیم ہو گئی وہ زمینیں جو معاہدہ کی رو سے یہودیوں کے حوالے کر دی تھیں اس کے متعلق متوفی میور حسب عادت یہ چوٹ کرتا ہے "چونکہ یہودیوں سے بہتر کاشت کار سارے ملک میں نہیں مل سکتے تھے لہذا حضور انور نے اس مصلحت سے اُن کو ان زمینوں پر قابض رکھا اس قسم کی بے سروپا نکتہ چینیاں بغیر کسی شہادت اور دلیل کرنا بیچارے متوفی میور اور اس کے ہم خیال کرسٹانوں کا طریقہ ہے اس نیک نہاد نے بغیر کسی تاریخی ثبوت کے کس طرح یہ لکھدیا کہ یہودیوں سے بہتر کاشتکار

وہ پتھر یا درخت ہو جاتے۔ اور اس کے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق و نہج الصدق و الصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علما اور اکابر کے شیعہ ہو گیا اور باوجودیکہ اس زمانہ میں علمار اہل سنت میں سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے کہ قطب الدین شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولے نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نہ کی۔ یہ کتاب غالباً ساتویں صدی کے آخر میں لکھی گئی ہے۔ اُس کے مصنف ۶۴۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۷۲۶ھ ہجری میں وفات پائی۔

ساتویں صدی میں ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جس کا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جسکے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی ہیں۔ جناب ممدوح ۵۸۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۶۴ھ ہجری میں انھوں نے وفات پائی۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃً ایک ذمے کے نام سے لکھا ہے اور اس کا نام عبد المحمود قرار دیا ہے۔ آغاز میں

وہاں نہیں مل سکتے تھے۔

حقیقت میں حسد انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور اسی حسد کی وجہ سے میور نے اپنی تمام عمر اور تحقیق میں مسلمانوں اور ان کے معصوم پیغمبر میں سوائے عیبوں کے کوئی ہنر نہیں دیکھا۔

یہودیوں کا قبضہ ان زمینوں پر حضرت فاروق اعظم کی خلافت تک رہا۔ مگر جب ان سے خلاف معاہدہ باتیں سرزد ہوئیں تو حضرت عمر نے اُنھیں خیبر سے نکال باہر کیا۔

میور یہ کہتا ہے چونکہ اس زمانہ میں مسلمان کاشتکار کثرت سے ہو گئے تھے لہذا یہودیوں کو نکال دیا گیا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ زمینداروں یعنی مسلمانوں اور کاشتکاروں یعنی یہودیوں میں مالگزاری کی آمدنی کے متعلق ہمیشہ جھگڑا ہوتا

کتاب کے ایک تمہید اس ذمی کی طرف سے لکھی ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبوں کا اختلاف سنکر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کروں۔ سب سے اول میں نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر ان میں اکثر کو مالکی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی مذہب پر پا کر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نہ نبی کے زمانہ میں تھے نہ اُن کے اصحاب اور نہ عقائد میں باہم متفق۔ پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں۔ پھر شیعوں کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبروں کی اولاد سے منسوب کرتے ہیں۔ پھر میں نے مذاہب اربعہ کے علما سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور اُن سے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہیں ہیں اور ان کے مذہب کی برائی اُنھیں کی کتابوں سے ثابت کی۔ گویا اس پیرایے میں علامہ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے۔ اور اس کتاب میں بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح و بلیغ تقریر میں ادا کیا ہے۔ اس کی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب

رہتا تھا چنانچہ ایک دفعہ بہت سخت جھگڑا ہوا جسے ہشامی نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۳۴۳ میں لکھا ہے "یہودیوں نے پیداوار کی قیمت کم تجویز کی تھی اور مسلمانوں نے زیادہ۔ اخیر مسلمانوں نے یہ کہا کہ جو قیمت تم تجویز کرتے ہو ہم سے کل کی کل لیلو اور پیداوار ہم کو دیدو۔ اگر تم پیداوار لینا چاہتے ہو تو کل کی کل قیمت ہمارے حوالے کردو۔ اس قسم کے جھگڑے وہاں روزمرہ رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابی خیبر کے گاؤں میں قتل کرڈالا گیا۔ مگر تحقیق کے بعد قاتل کا پتہ نہ لگا۔ مگر اس بات کی موجہ وجہ یہ موجود تھی کہ اس صحابی کا قاتل سوائے یہودیوں کے اور کون ہو سکتا تھا۔ دوسرا حادثہ یہ ہوا کہ حضرت فاروق اعظم کا بیٹا عبداللہ خیبر کے ایک گاؤں میں سخت زخمی کرڈالا گیا مگر پھر بھی زخمی کرنے والوں کا پتہ نہ لگا۔ ان سب باتوں کے علاوہ یہ بات دیکھنی ہے

مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام میں بہت بڑا حصہ اُن کی تقریر کا بحث فدک میں نقل کیا ہے۔

اس کے بعد قاضی نور اللہ تستری نے نہایت مشہور کتابیں اس فن میں تالیف کیں اُن میں سے احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے۔ جو جواب میں ابطال الباطل کے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب میں لکھا تھا۔ قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔

گیارہویں صدی میں جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی راس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابیں لکھیں جن میں سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتوں اور واقعات کا گویا ایک دریا ہے۔ اسکی آٹھویں جلد کتاب الفتن میں ایک خاص باب فدک کی بحث میں ہے جس کا عنوان ہے "باب نزول الآیات فی امر فدک وقصصہ وجوامع الاحتجاج فیہ" اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب میں جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

کہ خیبر کے یہودی مثل ٹھیکہ داروں کے تھے اور مسلمانوں کو اپنے مصالح ملکی کے لحاظ سے یہ حق حاصل تھا کہ جس وقت چاہیں یہودیوں کو نکال باہر کریں۔

یہ تو تیرہ سو برس کا واقعہ ہے جسے میور متوفی ظلم قرار دیتا ہے مگر موجودہ یورپی تمدن اور تہذیب و شائستگی کی روشنی میں حکومت روسیہ کا لاکھوں یہودیوں کو اپنی عملداری سے خارج کرنا اور بلا قصور ان کی کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قبضہ کر لینا متوفی میور کے ہم خیالوں کی نظروں میں ظلم نہیں قرار پایا۔

خیبر ہی کی فتح کے زمانہ میں گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کی تھی۔ [illegible] الواقدی نے اپنی کتاب صفحہ ۱۳۲ میں لکھا ہے کہ مسلمان سپاہی گدھے کا گوشت اپنی پتیلیوں میں پکا رہے تھے جس وقت یہ حکم صادر ہوا ہے کہ گدھے کا کھانا منع ہے تو مسلمان سپاہیوں نے فوراً اپنی پتیلیاں زمین پر الٹ دیں اس کے بجائے گھوڑے کا گوشت کھایا گیا

تیرہویں صدی میں ایک نیا دور شروع اور ہندوستان میں شیعہ و سنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونے کے بعد علماء شیعہ نے اس فن میں اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنؤ کے علماء و مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان میں ہے۔ اور جس میں جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے۔ اس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اس کے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات میں تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی۔ ان کتابوں میں سے جن پر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسکی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اس کا جواب ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خاں صاحب اپنے بعض رسائل میں فرماتے ہیں کہ از انجا کہ مجتہد العصر و الزمان سمی رسول اللہ

حکم دیدیا - اب بھی مسلمان دوسرے ممالک میں سوائے ہندوستان کے گھوڑے کا گوشت آزادی سے کھاتے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمانوں میں نسل کی کمزوری کی وجہ سے گدھے کا گوشت مثل ممنوع شے کے ہو گیا عالمگیر اورنگ زیب کے وقت میں اطالی سیاح برنیئر کا بیان ہے کہ میں نے ہر مقام پر گھوڑے کا گوشت فروخت ہوتے ہوئے دیکھا بکرے یا دنبے صرف مریضوں کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں - یورپ میں اور بالخصوص فرانس میں آج کل بھی گھوڑے کا گوشت بکثرت کھایا جاتا ہے -

بخاری نے گدھے کے گوشت کی حرمت میں حسب ذیل حدیثیں اپنی کتاب صحیح میں روایت کی ہیں -

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کونسا اونٹ ہکانے والا ہے (جو شعر پڑھ رہا ہے)

الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا ومقتدانا السید محمد ظلہ العصمۃ در کتاب سعدو النظم موسوم بطعن الرماح ابن معضلہ ولدذ مخالفین را چنان بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالا تر از آں بلکہ مماثل آں از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ بر بیان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری مختصر کہ خالی از تجددی نیست از باجری فیہا ابطال خلافت اول وثانی می سازد -

سوائے ان کے ایران میں بھی چند کتابیں بالفعل ایسی طبع ہوئی ہیں جن میں فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے - منجملہ ان کے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جس کے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہیں جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانہ میں تھے دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جسکی دوسری جلد خاص امامت کی بحث میں ہے - تیسری کتاب لمعۃ البیضا فی شرح

لوگوں نے عرض کیا عامر بن اکوع ہے آپ نے فرمایا اللہ اسپر رحم کرے۔ حضرت عمرؓ نے
کہا یا نبی اللہ (عامر کے واسطے جنت یا شہادت) واجب ہوگئی اس دعا سے آپ نے ہمیں ہی
فائدہ کیوں نہ دیا (سلمہ بن اکوع کہتے ہیں) پھر ہم نے جا کر خیبر والوں کو گھیر لیا۔ اسی اثناء
میں ہمیں سخت بھوک لگی۔ پھر اللہ نے خیبر پہ مسلمانوں کو فتح دی۔ بروز فتح مسلمانوں نے شام
کو آگ سلگائی آپ نے پوچھا یہ کیسی آگ ہے اور کس چیز کے نیچے تم آگ جلا رہے ہو لوگوں نے
جواب دیا گوشت کے نیچے آپ نے پوچھا کس کے گوشت کے نیچے (جلا رہے ہو) انھوں نے جواب
دیا گدھوں کے گوشت کے نیچے ہے آپ نے فرمایا اُسے گرا دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو کسی نے
کہا ہم اُسے گرا دیں اور ہنڈیوں کو دھو لیں آپ نے فرمایا یہ (کرلو) پھر جب قوم صف بندی
کر چکی باوجودیکہ عامر کی تلوار چھوٹی تھی ایک یہودی کی پنڈلی پر ماری اس کا پھیلا پلٹ کر
عامر ہی کے گھٹنے کی آنکھ پر لگا جس سے عامر مر گئے (راوی شاگرد سلمہ) کہتا ہے سلمہ نے کہا

خطبۃ الزہرا ہے جس کے ۷۰۴ صفحے مطبوعہ ہیں اور اس میں حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا جو
متعلق فدک کے ہے۔ بیان ہے۔ مع اُن روایات اور مباحثات کے جو اس مسئلہ سے
تعلق رکھتی ہیں۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم ناسخ التواریخ ہے جس میں مقرب
الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہ کا حال
لکھا ہے جس میں فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اسکے سوائے جو اور فارسی
اور اردو میں رسالے لکھے گئے ہیں اُن میں حرف خوشہ چینی طعون الرماح کی گئی ہے اور
اسی کے اقوال اور مضامین اُلٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہیں۔
ان کتابوں میں جن کے نام ہمنے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق میں میراث کے دعوی کا
اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اُسکے اور اس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس کے
مصنف میراث کے دعوے کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے۔ اور فدک کی بحث میں پہلا
امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے اول میراث کا دعویٰ کیا تھا یا ہبہ کا۔

جب سب واپس آئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (مغموم) دیکھا آپ نے میرا ہاتھ
پکڑ کر پوچھا تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں لوگ
بیان کرتے ہیں عامر کے عمل چھن گئے (کیونکہ اس نے خودکشی کی ہے) آپ نے فرمایا جس نے
یہ کہا وہ جھوٹا ہے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا عامر کا دوہرا اجر ہے اور کہا عامر کوشش
کرنے والا اور لڑنے والا تھا اس جیسے عربی جو مدینہ میں رہتے ہوں (بہت) کم ہیں۔
انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے آکر کہا یا رسول اللہ
گدھے کھائے گئے آپ نے جواب نہ دیا پھر اس نے دوبارہ آکر کہا کہ گدھے کھائے گئے آپ
خاموش ہو رہے پھر اس نے تیسری مرتبہ آکر کہا کہ گدھے ہو چکے آپ نے منادی کو حکم دیا کہ اس
نے لوگوں کو سنا دیا کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع
کرتے ہیں۔ ہانڈیاں اوندھا دی گئیں حالانکہ ان میں گوشت خوب پک رہا تھا۔

عموماً علماء امامیہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۃ النساء نے فدک کے متعلق دو دعوے
کئے تھے۔ اول یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک انھیں ہبہ کر دیا تھا اور وہ اسپر
متصرف اور قابض تھیں۔ جب ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تب انھوں نے حضرت فاطمہ
کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا۔ یہ سنکر وہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں
اور یہ دعویٰ کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور میں اسپر قابض تھی تم نے کیوں میرا قبضہ
اٹھا دیا۔ اسپر حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے شہادت طلب کی۔ حضرت فاطمہ نے حضرات
علی اور حسنین اور ام ایمن کو شہادت میں پیش کیا۔ اور ان سب نے حضرت فاطمہ کے دعوے
کی تائید میں گواہی دی مگر ابوبکر صدیق نے یہ کہکر کہ شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا
ان کی گواہی رد کیا۔ اور فدک اور فدک انھیں واپس نکیا۔ اسپر وہ بعد اسکے میراث
کا دعویٰ کیا۔ اس لئے سب سے پہلے اس بحث میں یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعویٰ
مقدم تھا۔ چنانچہ عماد الاسلام کے دسویں باب کے چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلہ میں

نافع اور سالم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن لہسن اور گدہوں کے گوشت کہانے سے منع فرمایا ہے۔ لہسن کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے اور گدہوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

علی بن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے نکاح متعہ اور گدہوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدہے کے گوشت (کہانے) سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدہے کے گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدہے کے گوشت (کہانے سے منع فرمایا ہے اور گھوڑے کی اجازت دی ہے۔

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت خاص بحث فرمائی ہے " کما یقول المسئلۃ الرابعۃ ان فاطمۃ ہل ادعت المیراث اولا ثم ادعت النحلۃ او بالعکس ویستفاد من کلام اکثر العامۃ ان دعوی النحلۃ تصدرت منہا بعد دعوی المیراث و قالت الامامیۃ بالعکس " یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہ نے پہلے میراث کا دعویٰ کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کا دعویٰ میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اسکے برعکس کہتے ہیں " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ ہبہ کا دعویٰ اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعویٰ میراث کے دعویٰ کے بعد حضرت فاطمہ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعویٰ ثابت ہی نہیں اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہیں کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے جو عبارت اس روایت کی بنیاد

شیبانی کہتے ہیں میں نے ابن ابی اوفی سے سنا وہ کہتے تھے ہم پر خیبر کے دن بھوک نے غلبہ کیا۔ اور ہنڈیوں میں جوش آرہا تھا اور کچھ پک گئی تھیں کہ ایک دفعہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منادی نے آکر کہا گدہے کا گوشت ذرا سا بھی نہ کھاؤ بلکہ پھینک دو۔ ابن ابی اوفی کہتے ہیں ہم آپس میں کہنے لگے آپ نے صرف اسواسطے منع فرمایا ہے کہ اسکا خمس نہیں نکالا گیا تھا اور بعض نے کہا گدہے سے مطلقاً منع فرمایا ہے کیونکہ وہ پلیدی کھاتا ہے۔
برا اور عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور (کھانے کو صرف) گدہے پائے انھوں نے گدھوں کو پکالیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آکر آواز دی کہ ہنڈیوں کو اوندھا دو۔
برا ابن عازب کہتے ہیں ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں حکم دیا کہ گدھوں کا گوشت (خواہ) کچا (ہو) یا پکا ہو گرا دو پھر ہمیں ابتک اُنکے کھانیکا حکم نہیں دیا۔

حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت فاطمہ سے شہادت طلب کی گئی اور انھوں نے حضرت علی اور حسنین اور ام ایمن کو شہادت میں پیش کیا اور حضرت ابو بکر صدیق نے اسکو نمایا اور یہ عذر کرکے کہ از روئے احکام شریعت کے شہادت کافی نہیں ہے فاطمہ کے دعوے کو رد کیا اور پھر اسپر بہت طرح سے حضرت ابو بکر صدیق پر ملامت کی ہے اور اُن کا ظلم وستم ثابت کیا ہے۔ اور سنیوں کے نزدیک فاطمہ اور علی اور حسنین کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کے واسطے جھوٹا دعویٰ اور جھوٹی شہادت دینے والا قرار دیا ہے وہ سب منہدم ہو جاتی ہے جب نفس دعویٰ کی نسبت کوئی صحیح روایت ہی سنیوں کے یہاں نہیں ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب میں حضرات علما امامیہ نے دکھایا ہے اُسپر "ثبت العرش ثم النقش" کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح وبلیغ تقریریں اور وہ پر جوش اور زبردست تحریریں جو اس باب میں کی ہیں ہباءً منثورا ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے جناب مولانا

ابن عباس کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے اسواسطے منع کیا کہ وہ لوگوں کے بوجھ اٹھانے والے تھے آپنے بُرا جانا کہ کہیں لوگوں کے باربرادری تلف نہ ہو جائیں یا اُنہیں ہمیشہ کے واسطے خیبر کے دن حرام ہی کر دیا ـ

خیبر کی فتح میں دوسرا واقعہ صفیہ بنت حیی کا ہے جو حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی تھیں اور جس پر بعض نا سمجھ عیسائی اعتراض کرتے ہیں ـ ہم اس کی مفصل کیفیت اپنے مقدمہ تفسیر الفرقان میں لکھ چکے ہیں لہذا یہاں اعادہ کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے ـ

اس کے بعد تقسیم مال غنیمت کا مسئلہ ہے کہ کیا کیا لوگوں کو ملا اور کس طرح تقسیم کیا گیا تقسیم ہونے سے پہلے آپنے عام ممانعت کر دی تھی کہ جب تک سب مسلمانوں میں برابر نہ کی

شاہ عبد العزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے "ولله دره وعلى الله اجره" ـ درینجا فائدہ عظیمہ باید دانست کہ شیعہ مطاعن در باب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند و چون از عمل ائمہ معصومین و از روئے روایات این حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازین دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگر تراشیدند و طعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم است کہ ابوبکر فدک را بفاطمہ نداد حالانکہ پیغمبر برائے او ہبہ نمودہ بود ـ و دعوی فاطمہ را مسموع ننمود و از وے گواہ و شاہد طلبید الی قولہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین شلی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست ـ محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت است ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہیں چاہتے بجز اس کے کہ خود علمائے شیعہ نے

حصہ رسد تقسیم ہو جائے کسی شخص کو ایک تنکا لینے کا بھی حق نہیں ہے۔ اس حکم کے بعد جن لوگوں نے پہلے لیلیا تھا حتی کہ جوتیوں کے تسمہ تک وہ حضور انور کی خدمت میں لیکے حاضر ہو گئے۔ سر ولیم میور متوفی نے بعض صحیح اور بعض موضوع روایتیں اس تقسیم کے متعلق اپنی کتاب میں درج کی ہیں مگر ہم صحیح بخاری شریف سے ان کل روایتوں میں سے بعض روایتیں جن سے تقسیم مال پر کافی روشنی پڑتی ہے نقل کر دیتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری (مترجمہ میرزا حیرت) پارہ سترھواں کتاب النبی صفحہ ۲۲۸ - ۲۲۹ جلد ۲ میں لکھا ہے۔

تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعویٰ ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۷۱۱ میں لکھا ہے۔ "ومافی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولاثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لاحالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ماہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ" کہ بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اول ارث کا دعویٰ کیا پھر ہبہ کا لیس بشرط صحیح ہونے اس کے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اس کی مستحق تھیں۔ جب انہیں ایک روایت نقل کر کے شبہ ڈالدیا تو جو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اس کا دعویٰ کیا۔ مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوے کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوے کو۔ بعد اس کے اس لئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہیں کیونکہ تقدیم تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہیں ہوتا خصوصاً اس وقت جبکہ ہبہ کا دعویٰ فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی نہ ہوا ہو۔

ابن عمر کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن (مال غنیمت سے) گھوڑے کو دو حصے دیئے اور پیادے کو ایک حصہ (عبید اللہ بن عمر راوی حدیث کہتے ہیں نافع نے اسکی تفسیر بیان کی اور کہا اگر کسی مرد کے پاس گھوڑا ہوتا اُسے تین حصے ملتے تھے اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہوتا تو اسے ایک ہی حصہ ملتا تہا۔

جبیر بن مطعم کہتے ہیں میں اور عثمان بن عفان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے پھر ہم نے کہا آپ نے بنی المطلب کو تو خمس خیبر سے حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم اور بنی المطلب آپ سے قرابت میں یکساں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب ایک ہی ہیں۔ جبیر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھہ نہیں دیا۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں ہم بعد فتح خیبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ نے

آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا تھا یا نہیں

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اسی بنا پر حضرت فاطمہ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابو بکر صدیق کے سامنے دعویٰ کیا اس لئے بار ثبوت ان کے ذمہ ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتوں سے ان دونوں دعووں کو ثابت کریں۔ اگر وہ اسے ثابت کر سکیں تو ہمارے ذمہ ہے کہ اس بنا پر جو کچھہ اعتراضات وہ حضرت ابو بکر صدیق پر لگاتے ہیں اور اس کے متعلق جو باتیں پیش آئیں ان سے حضرت صدیق اکبر کو الزام دیتے ہیں۔ اُنکے جوابات دیں۔ لیکن اگر وہ اپنا دعویٰ ہی ثابت نکر سکیں تو ہمیں ضرور نہیں کہ بر بنائے فرض وتسلیم کے ان لغو وبیہودہ الزامات کا جواب دیں اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کریں اس لئے ہم ایک تفصیلی نظر ان تمام کتابوں پر جن کے

(غنیمت خیبر سے) ہمیں حصہ دیا اور ہمارے علاوہ کسی اور کو بوقت فتح حاضر
نہ تھا حصہ نہیں دیا۔

ابوہریرہ کہتے ہیں ہم نے خیبر کو فتح کیا ہمیں غنیمت میں سے نہ چاندی ملی اور نہ سونا
ملا۔ صرف ہمیں بیل اور اونٹ اور اسباب اور باغ ملے۔ پھر ہم رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ مع وادی القریٰ میں آئے اور آپ کے ساتھ ایک آپ کا
غلام تھا جسے مدعم کہتے تھے آپ کو وہ بنی ضباب کے کسی بیٹے نے ہدیۃً دیا تھا۔ اس
اثنا میں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری جمع کر رہا تھا کہ ناگاہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک تیر جس کا مارنے والا معلوم نہ تھا آیا اور اس غلام
کے لگ گیا لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
(نہیں) بلکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ چادر جو کہ اسے

نام اوپر بیان کئے گئے کرتے ہیں کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہیں کہ کیا
ثبوت ان کی طرف سے ان دونوں دعووں کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس
قسم کی کتابوں سے بتائید اپنے دعوے کے انھوں نے بیان فرمائی ہیں۔

شافی میں متعلق فدک کے ہبہ کئے جانے کی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیوں
کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی بلکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں جو
یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ
"وآت ذا القربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
فاطمہ کو فدک عطا فرمایا اور عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہ پر اسے رد کیا" اسی
روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعوں کے اس قول کو نقل کر کے قاضی عبدالجبار نے
لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب میں روایت کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے اس کی تردید
میں ہبہ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہیں کی۔ اور اس سے معلوم

خیبر کے دن پائی تھی اور اس نے اسے غنیمت بانٹنے والے کے پاس نہیں پہنچایا تھا
وہ اس پر آگ کا شعلہ بنکر (لپٹ گئی) ایک شخص یہ سنکر ایک تسمہ یا دو تسمے (جوتوں
کے لایا) اور کہنے لگا یہ چیز مجھے پائی تھی آپ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ
کے (بنکر تجھے چمٹتے)

حضرت عمر بن الخطاب کہتے ہیں قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر
مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ پچھلے لوگ یکساں افلس رہ جاویں گے تو جو قریہ فتح ہوتا ۔ اُسے
تقسیم کردیا کرتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹ دیا تھا ۔ لیکن میں اُسے
خزانہ کے طور پر اُن کے واسطے چھوڑ دیتا ہوں (تاکہ) وہ اُسے بانٹتے رہیں ۔

اسی زمانہ میں آپ کے چچا زاد بھائی جعفرؓ اور مہاجرین کے حبشہ سے مدینہ پہنچے
آپ اُن سے ملکے بہت خوش ہوئے اور فرط انبساط میں فرمایا "میں نہیں کہہ سکتا

ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدیٰ کے نزدیک سوائے اس روایت کے جو نام سے ابو سعید
خدری کے شیعوں میں مشہور ہو رہی تھی کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں میں
انھوں نے نہیں پائی ورنہ اُسے پیش فرماتے ۔

تلخیص شافی میں بھی کوئی دوسری روایت ہبہ فدک کی تائید میں پیش نہیں
کی گئی ۔

علامہ مطہر ابن حلی کی کتاب کشف الحق و نہج الصدق میں بھی کوئی صحیح سند متعلق
ہبہ کے نظر نہیں آئی ۔

طرائف میں ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے
لکھی ہے " روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی و بشر بن غیاث
فی احادیث یرفعونہا الی محمد صلعم بینہم انہ لما فتح خیبر اصطفے لنفسہ قری من قری
الیہود فنزل جبریل بہذالایۃ فآت ذالقربی حقہ فقال محمد صلعم من ذاالقربی یا

کہ آیا جعفر کے آنے سے میں زیادہ خوش ہوا یا فتح خیبر سے۔ تمام جنگجو مسلمانوں نے متفق ہو کے عرض کیا کہ ہمارا گروہ بھی خیبر کے مال کا حصہ دار بنایا جائے۔ حضور انور کی خوشی کا ادنےٰ ثبوت یہ ہے کہ جب اسماء بنت عمیس اور فاروق اعظم میں فضیلت ہجرت کے متعلق بحث مباحثہ ہونے لگی تو آنحضرتؐ نے اسماء بنت عمیس اور اس کے ساتھیوں کو ہجرت میں اس گروہ پر زیادہ فضیلت دی تھی جو مکہ سے مدینہ آیا تھا جن میں علی وغیرہ سب شریک ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری موصوف صفحہ ۲۲۸ میں یہ روایت لکھی ہے۔ (دیکھو ہذا)

ابو موسیٰ کہتے ہیں ہمیں رسول اللہؐ کی (مکہ سے) نکلنے کی خبر پہنچی جبکہ ہم یمن میں تھے ہم بھی آپ کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے۔ میں تھا اور دو میرے بھائی تھے میں اُن سے چھوٹا تھا ایک (کا نام) ابو بردہ اور دوسرا ابو رہم تھا۔ ابو موسےٰ نے

حقہ قال فاطمہ فدفع الیہا فدک ثم اعطاہا العوالی بعد ذلک فاستغلتہا حتی توفی ابوہا محمد صلعم"۔ کہ ان لوگوں نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤں اپنے لئے علیحدہ کر لیا۔ پھر جبریل یہ آیت لائے کہ اپنے ذاالقربیٰ کو اُن کا حق دیدو۔ اوسپر آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ "ذاالقربیٰ" کون ہیں اور اُن کا حق کیا ہے جبریل نے کہا کہ ذاالقربےٰ فاطمہ ہیں اسپر آپ نے فدک اُنھیں دیدیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات اور عطا کئے کہ اس کا غلہ حضرت فاطمہ لیا کریں تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (دیکھو طرائف صفحہ ۶۸ مطبوعہ بمبئی) اس کے علاوہ اسی کتاب میں ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں۔ "ومن طریف مناقضاتہم مارووہ فی کتبہم الصحیحۃ عندہم برجالہم عن مشائخہم حتی استندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ الہمدانی

کچھ اُوپر پچاس کہا یا ترپین یا باون کہا یعنی ہم باون یا ترپین آدمیوں میں روانہ
ہوئے جو سب ہماری قوم کے تھے ہم سب کشتی میں سوار ہو کے ہمیں کشتی نے نجاشی کیطرف
حبش میں پہنچا دیا۔ (وہاں) ہمیں جعفر بن ابی طالب ملے ہم نے اُن کے پاس قیام کیا
پھر ہم سب اکھٹے روانہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم سب نے بوقت فتح خیبر
ملاقات کی اور دیگر لوگ ہم اہل سفینہ سے کہنے لگے کہ ہجرت میں ہم تم پر سبقت لے گئے
اور نیز اسماء بنت عمیس جو ہمارے ساتھ آئی تھیں حفصہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاں مہمان گئیں، اور اسماء نے نجاشی کی طرف جماعت مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی
تھی حضرت عمر حفصہ کے پاس آئے جبکہ اسماء بنت عمیس اُن کے پاس موجود تھیں۔
حضرت عمر نے اسماء کو دیکھکر پوچھا یہ کون ہے حفصہ نے جواب دیا اسماء بنت عمیس ہے حضرت
عمر نے کہا کیا یہ اسماء حبشیہ دریا والی ہے یعنی جس نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر اب

اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسیٰ بن سعید قال
حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل
عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت آیۃ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ و
فاعطاہا فدک"۔ کہ سنیوں کے عجیب متناقضات میں سے وہ روایت ہے جسکو انہوں نے
اپنی معتبر اور صحیح کتابوں میں اپنے مشایخ سے روایت کی ہے اور اُسے سید الحفاظ
ابن مردویہ باسناد مذکورہ بالا یوں لکھتے ہیں کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیہ
"وآت ذا القربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہ کو بلایا اور فدک
انھیں دے دیا۔
بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک میں ملا باقر مجلسی آیۃ
"وآت ذا القربیٰ حقہ" کی شان نزول میں فرماتے ہیں"۔ رواہ کثیر من المفسرین وورد
بہ الاخبار من طرق الخاصۃ والعامۃ" کہ اس آیت کے شان نزول میں بہت روایتیں

دریا کے راستے سے یہاں آئی ہے) اسماء بولیں ہاں (میں وہی ہوں) حضرت عمر نے کہا ہم ہجرت میں تم پر سبقت کر گئے لہذا ہم تم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حقدار ہیں۔ اسماء کو غصہ آگیا اور کہا ہرگز نہیں تم تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ تم میں سے بھوکے کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور تمہارے جاہل کو نصیحت کرتے تھے۔ اور ہم اجنبیوں اور دشمنوں کی زمین میں تھے جو حبش میں (واقع) ہے۔ اور یہ سب (ہماری تکلیفیں) اللہ اور رسول کی راہ میں تھیں بخدا مجھ پر کھانا پینا حرام ہو جب تک میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری بات کا ذکر نہ کر لوں اور ہم کو ایذ دیجاتی تھی اور ہمیں (ہر وقت) خوف تھا عنقریب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کروں گی بخدا میں جھوٹ نہ بولوں گی نہ میں کجروی کروں گی اور نہ میں اس سے زیادہ کہوں گی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اسماء نے کہا یا نبی اللہ عمر نے اس اس طرح کہا ہے

بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہیں۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں "قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابة الرسول" کہ شیخ طبرسی کہتے ہیں کہ اس آیت میں جو "ذا لقربی" کا لفظ ہے اس سے مراد قرابت رسول سے ہے۔ پھر انھیں سے ایک روایت نقل کرتے ہیں "اخبرنا السید مہدی بن نزار الحسنی باسنادہ فکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربی حقہ بن موسیٰ یسالہ عن قصة فدک فکتب الیہ عبداللہ بہذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیة فرد المامون فدک علی ولد فاطمہ انتہیٰ" کہ ہم کو خبر دی ہے سید مہدی بن نزار حسنی نے ان اسناد سے جسکو انھوں نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آیت "وآت ذا القربی حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبدالرحمٰن بن صالح کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسیٰ سے لکھکر فدک کا قصہ دریافت کیا عبید اللہ نے اسکے جواب میں اس حدیث کو

آپ نے پوچھا تو نے عمر کو کیا جواب دیا۔ اسماء بولی میں نے عمر کو اس طرح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا عمر تم سے زیادہ میرا حقدار نہیں ہے کیونکہ عمر اور اس کے یاروں کی ایک ہجرت ہے اور تمہاری اے کشتی والوں دو ہجرتیں ہوئیں۔

اسماء کہتی ہیں میں نے ابو موسیٰ اور کشتی والوں کو دیکھا کہ میرے پاس گروہ گروہ آ کے اس حدیث کو پوچھتے تھے انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات دنیا کی کسی شے سے بہتر نہ تھی کہ وہ اس سے خوش ہوں یا اُن کے دلوں میں وہ بڑی ہو۔ ابو بردہ کہتے ہیں اسماء کہتی تھی میں نے ابو موسیٰ کو دیکھا کہ وہ بار بار مجھ سے یہ حدیث پوچھتے تھے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اشعریوں کی جماعت کی آواز قرآن پڑھنے کی پہچانتا ہوں جبکہ وہ رات کو گھروں میں آتے تھے اور میں ان کی قیام گاہ کو اُن کا قرآن پڑھنے کی آواز سے رات میں پہچانتا تھا اگرچہ میں اُن کی

لکھ بھیجا اور آپ سے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اور راویوں نے فدک اولاد فاطمہ کو دیدیا۔ اس روایت میں ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ "وآت ذا القربیٰ حقہ" کی تفسیر میں جو سورۂ بنی اسرائیل میں واقع ہے اس اسناد کا اس طرح پر ذکر کیا ہے "واخبرنا السید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی قرأۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبداللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاہا قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن سعید حثیم و ابو علی القاسم الکندی و یحیی بن یعلی و علی بن سہر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربیٰ حقہ الخ" اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اس طرح بیان ہے و نیز سید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد اللہ الحسکانی نقل میکند کہ

جگہ اترنے کی نہیں دیکھتا تھا جہاں وہ دن میں اُترتے تھے اُن ہی میں سے حکیم سے
جبکہ وہ جماعت سے یا دشمن سے (شک راوی) بھڑتا تھا اُن سے کہتا تھا کہ میرے یار
تم سے کہتے ہیں ہمارا انتظار کرنا۔

اس حدیث میں جو حقدار کا لفظ آیا ہے اس سے مطلب وراثت مال سے
نہیں ہے بلکہ ثواب سے ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک پُر جذبہ خیال اور شوق ہے
کہ ہر شخص اسباب کی فطرتاً آرزو کرتا تھا کہ میں قرب رسول کی فضیلت سب سے
زیادہ حاصل کروں۔ حضرت عمر چونکہ ایک پُر جوش صحابی تھے آپ کا یہ خیال
اسی قوت اور زور کے ساتھ آپ کے قلب مبارک میں جلوہ دے رہا تھا اور
اسی شوق و ذوق کا تقاضا تھا کہ آپ نے بے ساختگی میں اس عورت سے یہ کہا۔
وہ خاتون بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھی اسے بھی جذبہ آگیا اور اس طرح ان

در بغداد حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان ہمین حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک
گفت کہ جعفر بن محمد الاحمصی ہمین گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن
سعید و علی بن سعید خدری کہ گفتند چوں آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل شد حضرت
رسالت بلغ فدک را بفاطمہ عطا فرمودہ الخ۔

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے "احمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی
عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال
لما نزلت فآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ واعطاہا فدک"۔

تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں" روی السید
ابن طاؤس فی الکتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال
روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ عن عشرین طریقاً فمنہا
ما رواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وہیثم بن خلف الدوری وعبد اللہ

دونوں پر شوق ایمانداروں کا فیصلہ رسول اللہ نے کر دیا۔ عورت کا دل چونکہ نرم ہوتا ہے رسول خدا نے اس کا پاس زیادہ کیا۔ مگر تماشہ دیکھیے کہ رسول مقبول کے فیصلہ سے جس طرح خاتون مطمئن اور خوش ہوئی اسی طرح فاروق اعظم کو اطمینان ہو گیا رسول خدا کی اپنے صحابہ کے ساتھ بالکل وہی کیفیت تھی جو ایک محبت بھرے باپ کی اپنے بچوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ کبھی ایک بچہ فرط شوق میں اپنے باپ سے پوچھتا ہے ابا جان آپ ہمیں زیادہ چاہتے ہیں نا؟ باپ مسکرا کے جواب دیتا ہے ہاں جان پدر۔ یہ سنکے دوسرا بچہ پرشوق لہجہ میں کہتا ہے نہیں ابا جان ہمیں زیادہ چاہتے ہیں۔ باپ کہتا ہے ہاں نور بصر۔ باپ بھی شاداں و فرحاں ہوتا ہے اور بچے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی باپ ہیں۔ اور ہم سب آپ کے بچے ہیں ہم اسی شوق سے جو بچوں میں ہوتا ہے اپنے روحانی باپ کا قرب چاہتے ہیں اور

بن سلیمان بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ واعطاہا فدک۔ کہ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حدیث ہبہ فدک کی آیۃ وآت ذا القربیٰ حقہ کی تفسیر میں بیس طریقوں سے مروی ہے اون میں سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور انھوں نے بھی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے انھوں نے علی بن عابس سے انھوں نے فضیل بن

وہ ہمیں قرب دیتا ہے۔ جیسا کہ بخاری کے باب فضائل سے پایا جاتا ہے کہ حضور نے بعض اوقات ایک ہی قسم کے الفاظ مختلف صحابا کی نسبت فرط محبت سے فرماتے جیسا کہ ذیل کی تفصیل سے معلوم ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے فضائل	حضرت عمر بن خطاب کے فضائل	حضرت عثمان بن عفان کے فضائل	حضرت علی بن ابی طالب کے فضایل
حضرت براء سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے (انکے والد) عازب سے ایک کجاوا تیرہ درہم میں مول لیا	حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے کو جنت میں داخل ہوتے ہوئے	حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہو کہ (ایکدن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں تشریف لیگئے اور مجھے دروازہ کی	حضرت سہل بن سعد سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک کل جھنڈا ایک ایسے شخص کو دونگا

مرزوق سے انھوں نے عطیہ عوفی سے اور انھوں نے ابی سعید خدری سے ہے کہ جب آیۂ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہ کو بلا کر فدک دیدیا۔

قاضی نوراللہ تستری نے اپنی کتاب احقاق الحق میں بھی اسی روایت کو نقل کیا ہوا اور فرمایا ہے۔ "روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندہم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندہم ان النبی لما افتتح خیبر اصطفیٰ قری من قری الیہود الخ۔

عماد الاسلام میں ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف میں مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "فاقول یدل علیٰ ثبوت ذٰلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ الہمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابونصر شعیب بن علی قال حدثنا موسیٰ بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربیٰ حقہ

ابو بکر نے عازب سے
کہا کہ براء کو حکم دو تو
وہ (اِس کجاوے کو)
ہمارے ہاں اُٹھا لے چلیں
عازب نے کہا کہ نہیں
(یہ نہ ہوگا) یہانتک
کہ تم مجھسے بیان کرو کہ
تمہارا اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کا
کیا حال ہوا تھا جب تم

دیکھا اور میں نے وہاں
ابو طلحہ کی بی بی رمیصا
کو دیکھا اور میں نے
ایک شخص کے چلنے کی
آواز سُنی میں نے
پوچھا کہ کون تو اس نے
کہا کہ بلال اور میں نے
ایک محل دیکھا اس کے
سامنے ایک عورت
بیٹھی ہوئی تھی میں نے

حفاظت کا حکم دیا پھر
ایک شخص (اندر جانیکی)
اجازت مانگتا ہوا آیا
تو آپنے فرمایا کہ اُسے
اجازت دیدو اور اُسے
جنت کی بشارت دو تو
وہ ابو بکر تھے پھر ایک اور
شخص اجازت مانگتا ہوا
آیا تو آپنے فرمایا کہ اجازت
دیدو اور اسے جنت کی

جسکے ہاتھ اللہ فتح
دیگا پس رات کو لوگ
سوچتے رہے کہ جھنڈا
کسے ملیگا پھر جب صبح
ہوئی تو سب لوگ
رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس گئے
سب اس بات کے
امیدوار تھے کہ جھنڈا
انھیں دیا جائے

دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاہا فدک۔
دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں" وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربےٰ حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ ابراہیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار" یعنی کنز العمال میں شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم میں ابو سعید سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربےٰ حقہ نازل ہو تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو سے کہا کہ اے فاطمہ فدک تمہارے لئے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ میں اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے اور تیسری روایت اسی کتاب میں تفسیر در منثور سیوطی سے نقل کی ہے" کما یقول فی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالےٰ وآت ذا القربےٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاہا فدک"
اور اسی کتاب میں چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں۔

در ثوں مکہ سے نکلے
تھے اور سخت تمہاری
تلاش کرتے تھے تو
ابوبکر نے کہا کہ ہم نے
جب مکہ سے کوچ کیا
تو ایک شب و روز
تک چلتے رہے یہاں
تک کہ جب دوپہر ہوئی
اور ٹھیک دوپہر ہو گئی
تو میں نے اپنی نظر دوڑائی

پوچھا کہ یہ کس کا ہے
تو ایک شخص نے کہا
کہ عمر بن خطاب کا
پھر میں نے ارادہ کیا کہ
اس محل میں داخل
ہوں اور اسے
دیکھوں مگر میں نے تمہاری
غیرت کا خیال کیا تو
عمر نے کہا کہ میرے ماں
باپ آپ پر فدا ہوں

بشارت دیدو تو وہ
عمر تھے پھر ایک شخص
اور اجازت مانگتا ہوا
آیا تو تھوڑی دیر چپ
رہے بعد اسکے فرمایا
کہ اسے اجازت
دیدو اور اسے جنت
کی بشارت دو اس
مصیبت پر جو اسے
پہنچے گی تو وہ عثمان

آپ نے فرمایا کہ علی بن
ابی طالب کہاں ہیں
لوگوں نے کہا یا رسول
اللہ وہ اپنی آنکھوں
کی شکایت رکھتے ہیں
آپ نے فرمایا تو انھیں
بلوا بھیجو اور انھیں
میرے پاس لے آؤ پس
جب وہ آئے تو آپ نے
انکی دونوں آنکھوں میں

"وفی معارج النبوۃ الشہیر بسیر مولینا الہروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقعۂ خیبر بہذہ العبارۃ و در مقصد اقصی مذکور است کہ بعضے گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوئے خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بردست امیر واقع شد بر آں نہج کہ حضرت امیر قصد خون نکند در ائطخواص از آں رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالیٰ می فرماید کہ حق خویشاں بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را با وے دہ و آنچہ از خدا و رسول او ست در فدک ہم با وے بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے وے حجتی نوشت و آں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است برائے من و حسن و حسین"

ان چار روایتوں کو نقل کرکے آپ فرماتے ہیں "وقال السید المرتضیٰ فی الشافی قد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل

کہ نہیں کچھ سایہ دیکھو
تو وہاں ٹھیروں پس
ایک پتھر کے پاس میں
پہنچا تو میں نے اس کا
کچھ سایہ دیکھا پس
میں نے اسکو صاف
کیا بعد اسکے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے لئے وہاں
فرش بچھا دیا پھر میں نے
آپسے کہا کہ یا نبی اللہ

یا رسول اللہ کیا میں
آپ پر غیرت کرونگا
حضرت ابوہریرہ کہتے
کہتے ہیں اس حال میں کہ
ہم رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس تھے
آپنے فرمایا کہ میں نے
خواب میں اپنے کو
جنت میں دیکھا وہاں
ایک عورت ایک

بن عفان تھے ۔ اور
عاصم نے اس روایت
میں اتنا زیادہ کر دیا
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم ایک ایسے مقام
بیٹھے ہوئے تھے جہاں
پانی تھا اور آپنے اپنے
دونوں گھٹنے کھول دیے
تھے پھر جب عثمان آئے
تو آپنے انکو چھپا لیا۔

لعاب لگا دیا اور آپ نے
انکے لئے دعا کی وہ اچھے
ہوگئے گویا کہ انکو کوئی
بیماری تھی ہی نہیں پھر
آپنے انھیں جھنڈا دیدیا
تو حضرت علی نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ میں
ان لوگوں سے جنگ
کروں گا یہاں تک کہ
وہ ہمارے مثل ہوجائیں

قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا النبی فاطمہ فاعطاہا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتہی کلام السید" یعنی سید مرتضیٰ شافی میں کہتے ہیں کہ سوائے ابوسعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقوں سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انھیں دیدیا۔ اور جبکہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اسکے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مختصراً"

لیکن نہ جناب مولینا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں اور نہ جناب سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی میں اُن روایتوں کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہیں جن میں یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدینا کہ اور بہت سی روایتوں میں بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی میں اس روایت کو شیعوں کی طرف سے بایں الفاظ ذکر کیا تھا۔" قالو وقد روی عن ابی سعید الخدری

آپ لیٹ جایئے چنانچہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم
لیٹ گئے پھر میں اِدھر
اُدھر دیکھتا رہا کہ
کوئی تلاش کرنے والا
مجھے دکھائی دے پس
اتفاق سے میں ایک
بکری کے چرواہے سے
ملا گیا جو اپنی بکریوں کو
اسی پتھر کے پاس لئے

محل کے گوشہ میں وضو
کر رہی تھی میں نے پوچھا
کہ یہ محل کس کا ہے
لوگوں نے کہا کہ عمر کا پھر
میں نے اُن کی غیرت کا
خیال کیا اور میں پیچھے
لوٹ آیا تو عمر رونے لگے
اور انھوں نے کہا یا رسول
اللہ کیا میں آپ پر
غیرت کروں گا۔

عبداللہ بن عدی بن
خیار سے روایت ہے
کہ حضرت مسور بن مخرمہ
اور اور عبدالرحمن بن
اسود بن عبد یغوث
نے ان سے کہا کہ تمہیں
کیا امر مانع ہے کہ تم عثمان
سے اُن کے بھائی ولید
کے بارے میں گفتگو کرو کیونکہ
لوگوں نے اُن کے بارہ

آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو جب تم
اُن کے میدان میں جانا تو
انھیں اسلام کی طرف بلانا
اور جو اللہ کا حق اُن پر
واجب ہے اس سے انھیں
مطلع کرنا کیونکہ خدا کی
قسم یہ بات کہ اللہ تمہارے
ذریعہ سے کسی ایک شخص کو
ہدایت کر دے تمہارے لئے سرخ
اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں کہ ابو سعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اسکی نسبت اپنے
جواب میں یہ لکھا تھا "الجواب عن ذلک ان اکثر ما یروون فی ہذا الباب غیر صحیح" کہ جواب
شیعوں کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب میں وہ روایت کرتے ہیں اکثر غلط ہے۔
آگے چلکر قاضی عبدالجبار نے صاف لکھدیا تھا "وان صح عبد الہبۃ" کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو
تو فدک حضرت فاطمہ کے قبضہ میں ہونا چاہئے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی
عبدالجبار اس روایت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ ایسی حالت میں جناب علم الہدیٰ کا
بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقوں سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور
ان کے دعوے کے ثبوت کے لئے کافی نہیں تھا۔ ان کو چاہئے تھا کہ ان طرق مختلفہ سے جن کا
انھوں نے بالاجمال دعویٰ کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور ان روایتوں کو بیان
کرکے اپنے دعوے کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح میں جناب بہادر سید محمد صاحب درمنثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور

جارہا تھا وہ بھی اُس
پتھر سے وہی چاہتا
تھا جو ہم لوگوں نے
چاہا تو میں نے اس سے
پوچھا کہ اے غلام تو
کس کا ہے اس نے کہا کہ فلاں
قریشی کا اس نے اس کا
نام بتایا میں نے اسے
پہچان لیا پھر میں نے
اسے کہا کہ کیا تیری

حمزہ اپنے والد (عمر
بن خطاب) سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میں نے خواب
میں دودھ پیا یہاں
تک کہ میں نے سیرابی
کو دیکھا کہ وہ میرے
ناخنوں میں دوڑ رہی
تھی پھر عمر کو دیدیا

میں بہت گفتگو کی ہے
پس میں نے عثمان سے
کہنے کا قصد کیا جب وہ
نماز کے لئے نکلے میں نے
ان سے کہا کہ مجھے آپ سے
کچھ کام ہے اور وہ آپ
ہی کی خیرخواہی ہے
انھوں نے کہا کہ میں تجھ سے
خدا کی پناہ مانگتا ہوں
پس میں لوٹ آیا اور

حضرت سلمہ کہتے ہیں
کہ خیبر میں علی نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے
تھے اور (زیرا کہ ان کی
آنکھ میں آشوب تھا
پھر انھوں نے (اپنے
دل میں) کہا کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سے پیچھے رہ جاؤں
(یہ مجھے زیبا نہیں)

سعید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کئے
جانے کا ذکر کرتے ہیں" کما یقول روی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قولہ
تعالیٰ "وآت ذاالقربی حقہ اخرج البزار وابو یعلی وابن حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید
الخدری قال لما نزلت ہذہ الآیۃ وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاہا
فدک" وایں روایت صریح ست در آنکہ ہرگاہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ یعنی عطا نما صاحب
قرابت را حق او نازل گردید آنجناب فاطمہ را طلب فرمودہ فدک را آنحضرت عطا فرمود
شیخ علی متقی در کتاب کنز العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ "قال لما نزلت
وآت ذاالقربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک" وسعید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب خود
سنداً از ابو سعید روایت سابقہ را نقل کردہ - ونیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوت
از مقصد اقصیٰ روایت اعطاء فدک و توثیق وثیقہ را نقل کردہ چنانچہ انقا عبارت
ان بمعرض بیان در آید عقل ہیچ عاقل باور نمی کند کہ باوصف اعطای فدک وہبہ آن

بکریاں ہیں کچھ دودھ
ہے اس نے کہا ہاں ہیں میں نے
کہا کیا تو دے گا اس نے
کہا ہاں پھر میں نے اس سے
کہا کہ اس نے اپنی بکریوں
میں سے ایک بکری کا کچھ پیر باندھ
دیئے۔ پھر میں نے اس سے
کہا کہ اسکے تھن غبار سے
صاف کردے پھر میں نے اس سے
کہا کہ اپنے ہاتھ صاف

صاف کئے عرض کیا آپ نے
اسکی تعبیر کیا لی حضرت
فرمایا کہ علم ۔
حضرت عبداللہ بن عمر
سے روایت ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا میں نے خواب میں
دیکھا کہ میں ایک کنوئیں
پر ایک ڈول [illegible]
کا ڈول نکال رہا ہوں

اُن لوگوں کے پاس لوٹ کر
گیا کہ اتنے میں حضرت عثمان
کا قاصد آیا میں حضرت
عثمان کے پاس گیا تو انھوں نے
پوچھا کہ تمہاری نصیحت
کیا تھی میں نے کہا کہ اللہ
نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو حق کے ساتھ بھیجا اور
اُن پر کتاب نازل فرمائی
اور آپ اُن لوگوں میں تھے

چنانچہ علی نکلا اور نبی
صلی اللہ علیہ وسلم بھی
نکلے پھر جب اس رات
کی شام ہوئی جسکی صبح
کو اللہ فتح دینی ہے
رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ کل میں
جھنڈا ایسے شخص کو دوں
گا یا دیئے فرمایا کہ
جھنڈا وہ شخص لیگا

در نوشتن وثیقہ برای آن از زمان فتح خیبر تا ہنگام وفات سرور کائنات اتفاق آن
بوقوع نپیوستہ باشد بلکہ لفظ اعطا نیز بران دلالت دارد کما لایخفی۔ و صاحب تاریخ
آل عباس کہ از مشاہیر اہل سنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنہ نوشتہ کہ بعد از آنکہ
چنانچہ اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود دو صد کس از علمای حجاز
و عراق وغیرہ ایشان را و تاکید کرد کہ کتمان صواب نانمودہ از متابعت حق و راستی صبر
نہ چشند پس ایشان روایت واقدی و بشر بن الولید وغیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر
جبرئیل با آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذوالقربی و
چیست حق او جبرئیل گفت فاطمہ است و فدک حق اوست پس رسول خدا فدک را
بآنحضرت داد۔

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورہ بالا کے علاوہ پیش
نہیں کی۔

کر ڈال ابرار نے کہا
اس طرح اور انہوں نے
اپنا ایک ہاتھ دوسرے
(ہاتھ پر مارا) پس اس
نے میرے لئے ایک ظرف
بھر کے دودھ دوہ
دیا اور میں نے رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ایک چمڑے کا
ظرف رکھ لیا تھا اس کے

پھر ابو بکر آئے اور
انھوں نے ایک ڈول یا
دو ڈول نکالے مگر
کمزوری طریقہ سے اور
اللہ انھیں بخشے گا
بعد اسکے عمر بن خطاب
آئے تو وہ ڈول چرس
ہوگیا پس میں نے کسی
زور آور کو نہیں دیکھا
کہ وہ انکا جیسا کام

جنہوں نے اللہ اور
اسکے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کی بات مانی
پھر آپ نے دو ہجرتیں
کیں اور آپ نے رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحبت اٹھائی اور
آپنے انکی روش کو دیکھا
اور بیشک لوگ ولید
کے بارے میں بہت کچھ

جسکو اللہ اور اس کا
رسول (صلی اللہ علیہ
وسلم) محبوب رکھتے ہیں
پایہ فرمایا کہ وہ اللہ
اور اسکے رسول کو
محبوب رکھتا ہی اللہ
اسکے ہاتھ پر فتح دیگا
پس یکایک ہم علی سے
مل گئے اور ہمیں انکے
انکی امید نہ تھی تو

کفایہ موسومہ عصمت الولایہ کے جلد دوم میں صفحہ ۳۵۸ سے صفحہ ۳۸۳ تک بہت تفصیل سے
فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی نسبت صفحہ ۳۶۳ میں یہ لکھا ہے۔
کہ از برائے احدے از امت شبہہ نبود درانکہ فدک خالص بود از برائے رسول خدا صلعم
واحدے را در آں حقی نبود از امت واخبار طرفین از خاصہ وعامہ ناطق باین امر است
و نیز ظاہر آیہ وآت ذاالقربی حقہ بہ تصدیق کثیرے از علماء و مفسرین در دلالت عامہ
آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نحلہ و عطیہ داد بحضرت فاطمہ چوں ثعلبی وجوہری و یاقوت
شافعی صاحب کتاب معجم البلدان و شہرستانی و صاحب تاریخ آل العباس و واقدی و
بشر بن الولید و عبد الرحمن بن صالح و محمد بن شیبہ و ابن حجر در صواعق و ابن ابی الحدید
و ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابو القاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد و احمد
بن عثمان بغدادی و قاضی عبداللہ ابن موسی "انہ لما نزلت آیۃ وآت ذاالقربی حقہ
اعطی رسول اللہ صلعم فاطمہ فدک" فقط اس میں مولف نے روایت ہبہ فدک اور وعدے

موُنہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا پس میں نے (اس میں سے پانی لیکے) دودھ پر ڈالا یہانتک کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا پھر میں اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکے چلا تو میں نے آپ کو بیدار پایا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ

(پی)ئے یہانتک کہ میں راضی ہو گیا۔ ... کرتا ہو یہانتک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور بیٹھ گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے (ایک دن) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانیکی اجازت مانگی اور آپکے پاس

کہہ رہے ہیں حضرت عثمان نے کہا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ نہیں مگر مجھے آپکا علم پہنچا ہے جس طرح کنواری لڑکی کو اُسکے پردے میں پہنچتا ہے تو حضرت عثمان نے کہا امابعد پس بے شک

تو لوگوں نے کہا کہ یہ علی ہیں پس اُنھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدیا اور اللہ نے اُن کے ہاتھ پر فتح دی۔

ابو حازم سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سہل ابن سعد کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ

فدک کو مختلط کردیا ہے۔ اور انکی روایتوں اور اقوال کو نقل نہیں کیا مگر سوائے ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اُوپر ہو چکا نام بھی نہیں لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۲۵۸ میں اس کتاب کے باب میں الفاظ بیان کی گئی ہے کما فیہ "و ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سدّی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی ابن الحسین بیکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلے۔ فرمود در سورہ بنی اسرائیل این آیہ خواندہ کہ وآت ذا القربی حقہ آن شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربی کہ حق سبحانہ و تعالیٰ امر فرمودہ کہ حق آنہارا برسانند فرمود بلے"

ان کتابوں کے علاوہ ایک اور کتاب ایران میں بالفعل چھپی ہے اور اس کا نام۔ "غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام"۔ اسکے مصنف سید ہاشم معروف با علامہ ہیں اور ان کی نسبت صاحب الحدائق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین میں لکھا ہے "کان سید المذکور فاضلاً محدثاً جامعاً متتبعاً

بھیجئے چنانچہ آپ نے بھیجا
یہاں تک کہ میں خوش
ہو گیا پھر میں نے عرض
کیا کہ چلنے کا وقت آ گیا
یا رسول اللہ آپ نے
فرمایا ہاں چنانچہ ہم
چلے اور کفار ہمیں تلاش
کر رہے تھے مگر اُن میں
سے کسی نے ہمیں نہیں
پایا سوا سراقہ بن مالک

کچھ عورتیں قریش کی
بیٹھی ہوئی تھیں آپ سے
باتیں کر رہی تھیں اور
بہت باتیں کر رہی تھیں یا
اُنکی آوازیں آپ کی
آواز سے بلند تھیں
پس جب عمر بن خطاب
(آ پہنچے) اجازت مانگی
تو وہ اُٹھ گئیں اور
پردہ میں ہو گئیں پس

اللہ نے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو حق کیساتھ
بھیجا تھا اور میں اُن
لوگوں میں تھا جنہوں نے
اللہ اور اسکے رسول
کی بات مانی اور میں
اس چیز پر ایمان لایا
جسکے ساتھ آپ بھیجے
گئے تھے اور میں نے دو
ہجرتیں کیں جیسا کہ تم نے

فلاں شخص یعنی امیر
مدینہ حضرت علی کو منبر
پر برا کہتا ہے حضرت
سہل نے کہا وہ کیا
کہتا ہے اس نے کہا کہ
وہ نہیں ابو تراب کہتا
ہے پس حضرت سہل
ہنسے اور انھوں نے
کہا کہ خدا کی قسم یہ نام
تو انکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

للاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسیؒ وکانت وفاتہ للسنۃ السابعۃ بعد
المائۃ والالف - وصنف کتابا جدیدا یشہد بکثرۃ تتبعہ واطلاعہ" یعنی سید موصوف
بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث و اخبار سے ہیں کہ مثل انکے
اگلے لوگوں سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہیں ہوا اور انکی بہت تصنیفات
ہیں - جن سے اُن کی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے - فقط سید موصوف نے
غایۃ المرام امامت کے ثابت کرنے میں لکھی ہے اور اس میں تمام آیات قرآنی کو جمع
کیا ہے اور ہر آیت کے متعلق جتنی روایتیں اور حدیثیں ہیں خواہ اہل سنت کی خواہ
شیعوں کی اُن سب کو نقل کیا ہے اور انھوں نے اس کتاب کے دیباچہ میں اون
تمام کتابوں کے نام لکھے ہیں جن سے انھوں نے روایتیں نقل کی ہیں - اور بہر حال
یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود اسکے مولف کی غزارت علم اور کمال واقفیت
کی شاہد ہے - اس کتاب کے مقصد دوم کے سترہویں اور اٹھارویں باب میں

بن حنتم کے وہ اپنے
گھوڑے پر سوار تھا
تو میں نے عرض کیا کہ
تلاش کرنیوالے ہم سے
مل گئے یارسول اللہ
آپنے فرمایا کہ رنجیدہ
نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے
حضرت انس حضرت
ابوبکر سے روایت کرتے
ہیں کہ وہ کہتے تھے میں نے

رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُنھیں
اجازت دی چنانچہ
عمر اندر آئے اور رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
مسکرا رہے تھے عمر نے
عرض کیا کہ یارسول اللہ
اللہ آپکے دانتوں کو
متبسم رکھے (آپ
اسوقت کیوں مسکرا رہے تھے)

کہا اور میں نے رسول اللہ
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحبت اُٹھائی اور
آپسے بیعت کی پھر خدا
کی قسم میں نے آپ کی
نافرمانی نہیں کی اور
نہ آپسے فریب کیا یہانتک
کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو
وفات دی پھر اسیطرح
ابوبکر کی صحبت اُٹھائی پھر

نے رکھا ہے اور جس
قدر یہ نام اُنھیں پسند
تھا کوئی اور نام پسند
نہ تھا پھر میں نے پوری
حدیث سہل سے دریافت
کی میں نے اُن سے کہا کہ
اے ابوالعباس یہ واقعہ
کیونکر ہوا تھا کہنے لگے
کہا کہ (ایک دن)
حضرت فاطمہ کے پاس

آیت وآت ذاالقربیٰ حقہ کے متعلق جتنی حدیثیں اور روایتیں فریقین کی ہیں وہ
نقل کی ہیں مگر باوجود اس جامعیت کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری
روایت اُنھوں نے سنیوں کی طرف سے بیان نہیں کی۔ البتہ گیارہ حدیثیں شیعوں
کی نقل کی ہیں چنانچہ اس کے صفحہ ۳۲۳ میں یہ لکھا ہے۔ "الباب السابع عشر قولہ تعو
وآت ذاالقربیٰ حقہ والمساکین الآیۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث واحد الثعلبی فی
تفسیرہ فی ہذہ الآیۃ قال عنی بذلک قرابۃ رسول اللہ صلعم ثم قال الثعلبی روی عن
السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اہل شام اقرأت القرآن
قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذاالقربیٰ حقہ قال وانکم القرابۃ التی امر
اللہ تعو ان یوتی حقہ قال نعم انتہٰی۔ اس کا ترجمہ جو کفایہ میں بزبان فارسی ہے وہ
ابھی اوپر ہم لکھ چکے ہیں۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہیں "الباب الثامن عشر فی قولہ تعو
وآت ذاالقربیٰ حقہ والمساکین الآیۃ من طریق الخاصۃ وفیہ احد عشر حدیثاً"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا اور
(اسوقت) ہم نماز میں
تھے کہ اگر ان میں سے
کوئی شخص اپنے قدموں
کے نیچے نظر کرے تو
بیشک ہمیں دیکھ لے
آپ نے فرمایا اے ابوبکر
ان دو کیطرف تمہارا کیا
خیال ہے جنکا تیسرا اللہ ہے

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میں ان عورتوں
سے متعجب ہوں کہ جب
انھوں نے تمہاری
آواز سنی تو فوراً پردہ
میں ہو گئیں تو عمر نے
کہا کہ یا رسول اللہ
آپ اس امر کے زیادہ
حقدار تھے کہ وہ آپ
سے ڈرتیں پھر عمر نے

اسی طرح عمر کی بعد
اسکے میں خلیفہ کیا گیا
تو کیا میرا وہ حق
نہیں ہے جیسا ان
لوگوں کا تھا میں نے
کہا کہ ہاں تو حضرت
عثمان نے کہا پھر یہ
کیسی باتیں ہیں جو
مجھے تمہاری طرف سے
پہنچ رہی ہیں ا ر گیا

گئے پھر باہر نکل آئے
اور مسجد میں لیٹ گئے
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے (حضرت فاطمہ)
پوچھا کہ تمہارے چچا
کے بیٹے کہاں ہیں انھوں
نے کہا کہ مسجد میں پس
آپ ان کے پاس تشریف
لیگئے تو ان کی چادر کو
دیکھا کہ انکی پیٹھ سے

کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق گیارہ حدیثیں ہیں اور ان میں عطیہ عوفی کی وہ روایتیں بھی منقول ہیں جسکو بعض سنیوں کی کتابوں سے علمائے امامیہ نے نقل کی ہیں۔ جیساکہ ہم اوپر بیان کر چکے چنانچہ وہ فرماتے ہیں ''الثامن العیاشی باسنادہ عن عطیۃ العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر وافاء اللہ علیہ فدکا وانزل اللہ علیہ آت ذاالقربی حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک۔ التاسع العیاشی باسنادہ عن عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسی العبسی یسالہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبد اللہ بن موسی بہذا الحدیث۔ العاشر العیاشی باسنادہ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ ان المامون ردفدکا علی ولد فاطمۃ''

منشی سبحان علی خاں صاحب نے جو فن ادب میں مشہور ہیں ایک کتاب امامت میں لکھی ہے اس کے دوسرے حصہ کے صفحہ ۹۶ میں فدک کی بحث ہے مگر اس میں خان صاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اسی کے مضمون کو الٹ پھیر کے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (مسجد میں) سب (کے) دروازے بند کر دو سوا ابوبکر کے دروازہ کے (حضرت ابوبکر کی علو مرتبت پر دلالت کرتا ہے) اس کو حضرت ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

(ان عورتوں سے) کہا کہ اے اپنی جانوں کے دشمنوں کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں انھوں نے کہا ہاں تم بنسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت اور درشت ہو۔ پس رسول خدا

ولید کا معاملہ جو تم نے ذکر کیا تو اس میں ہم انشاء اللہ حق پر عمل کریں گے بعد اس کے انھوں نے علی کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ ولید کو درّے ماریں چنانچہ انھوں نے اسے اسّی درّے مارے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں

گر گئی تھی اور ان کی پیٹھ میں ہی بھر گئی تھی پس آپ اُن کی پیٹھ پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے ابوتراب اٹھ بیٹھو دو مرتبہ (ایسا ہی فرمایا) سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا اور ان سے

بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ این فا فدالا ورا کہ استیعاب دلائل اثبات حق بضعۃ الرسول بر ہماں کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ تقریری آخر کہ خالی از تجدید نیست از باجری فیہما ابطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی این اعتداشارہ ہما است می سازد فقط۔ اس میں کوئی روایت جدید منقول نہیں ہے جو قابل نقل ہو۔

ہمنے جو کچھ اوپر بیان کیا اُس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو گا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرھویں صدی تک جتنی مشہور کتابیں شیعوں کی اس بحث کے متعلق تھیں اُن سب سے ہمنے اُن روایتوں کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابوں سے انھوں نے نقل کی تھیں بلفظہ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابیں ہوں گی جو ہمیں نہیں مل سکیں مگر ایسے مشہور اور نامور عالموں نے جیسے کہ جناب علم الہدیٰ اور علامہ حلّی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شستری اور مولانا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً ان کے مطالعہ سے کوئی اور روایت رہ نگئی ہو گی۔

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ بیشک اللہ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان میں اور اس چیز کے درمیان میں جو اللہ کے پاس ہے اختیار دیا تو اس بندے نے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن خطاب قسم اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب تم سے شیطان کسی راہ میں چلتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کے کسی اور راستہ میں چلنے لگتا ہے۔

کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر عمر کے پھر عثمان کے بعد اسکے ہم اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے اُن میں باہم کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔

عثمان بن موہب کہتے ہیں

حضرت عثمان کی بابت پوچھا ابن عمر نے حضرت عثمان کی نیکیاں بیان کردیں تو اس شخص نے کہا شاید تمہیں (حضرت ابن عمر نے کہا ہاں تو اس نے کہا اللہ تمہیں ذلیل کرے پھر اس نے حضرت علی کی بابت پوچھا تو حضرت ابن عمر نے

خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اس لئے ہمکو اس یقین کرنیکی وجہ ہے کہ جو کچھ انھوں نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اُن کے پاس نہ تھا اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ یہ ثبوت نہ عقلاً نہ نقلاً شہادت میں داخل کرنیکے لایق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ اُس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ اور ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے میں چھپا ہوا ہے جسکے مختلف رنگ دوسروں نے لئے ہیں اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہریں نکلی ہیں اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہاں سے ساری شاخیں پھوٹی ہیں۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ علماء شیعہ جن کو ان روایتوں پر بہت کچھ ناز ہے اور جنہوں نے اس کی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جسکی بنا پر بہت بڑے الزام حضرات شیخین پر لگائے ہیں اور بہت دردناک تقریر و نمیں اُن ظلم وستم ظاہر کیا ہے اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کے دعوے ہبہ کے ذکر کرنے پر

اس چیز کو اختیار کر لیا جو اس کے ہاں ہے حضرت ابو سعید کہتے ہیں۔ پھر حضرت ابو بکر روئے تو ہم لوگوں نے ان کے رونے پر تعجب کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندہ کا حال بیان کر رہے ہیں کہ اُسے اختیار دیا گیا

حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب سے عمر اسلام لائے ہم برابر غالب رہے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر اپنے جنازے پر رکھے گئے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ دعا مانگتے تھے اور نماز

کہ ایک شخص مصر والوں میں سے آیا اور اس نے کعبہ کا حج کیا پھر اس نے چند لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا کہ قریش اس نے کہا کہ یہ بوڑھے اُن میں کون ہیں لوگوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر

اُن کی بھی نیکی کا بیاں بیان کیں کہا کہ وہ ایسے ہی ہیں اُن کا گھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے بیچ میں ہے بعد اسکے کہا کہ شاید یہ بات تجھے بُری لگتی ہو اس شخص نے کہا ہاں۔ حضرت ابن عمر نے کہا تو اللہ تجھے ذلیل کرے جا

بہت کچھ دھوکے میں ڈالنے والی باتیں بنائی ہیں اپنے پیش کیے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اسے فاش کرتے ہیں حیران اور ششدر ہو جائیں گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نور اللہ تستری نے کشف الحق کے شائع ہونیکے بعد سنیوں کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھیں گے۔ اے ہمسوں ان یکونوا حجارا او شجرا و بہتوں کا ہم انقسوا حجرا یعنی تمنا کریں گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہو جائیں اور ایسے مبہوت ہو جائیں گے گویا اُن پر پتھر پڑ گئے ہیں۔

علماء امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابوں میں جو حدیثیں اور روایتیں پیش کی گئی ہیں جنکو وہ سنیوں کی روایت کہتے ہیں اُن کی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کر کے دو قسم کی مفصلۃ الذیل روایتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن میں پوری تفصیل راویوں کی لکھی گئی ہے۔ دوسری وہ جن میں یا صرف منقول عنہ کتاب کا نام ہے یا بجائے پوری سند بیان کرنیکے صرف

(اس میں رونے کی
کیا بات ہی مگر بعد
کو معلوم ہوا کہ) وہ
اختیار رو دیا ہو ابندہ
رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم تھے اور ابو
بکر ہم سب سے زیادہ علم
رکھتے تھے پھر رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ سب لوگوں سے

پڑھتے تھے قبل اسکی
کہ جنازہ اٹھایا جائے
اور میں بھی ان
لوگوں میں تھا پس
یکایک ایک آدمی
نے میرا شانہ پکڑ لیا
تو وہ علی تھے پھر
انھوں نے عمر کیلئے
دعائے رحمت کی
اور کہا کہ (اے عمر)

اس نے کہا کہ اے
ابن عمر میں تم سے
ایک بات پوچھتا
ہوں مجھے بتاؤ کیا
تم جانتے ہو کہ عثمان
احد کے دن بھاگ
گئے تھے انھوں نے
کہا کہ ہاں (جانتا
ہوں) اس نے کہا
کیا تم جانتے ہو کہ

اور ضرر رسانی
کی کوشش کر۔
حضرت علی سے روایت
ہے کہ حضرت فاطمہ رض
نے اس تکلیف کی شکایت
کی جو چکی پیسنے کے
سبب سے انھیں ہوتی
پھر نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس کچھ قیدی
آئے تو حضرت فاطمہ رض

بعض راویوں کے نام لکھدیئے ہیں۔ اول قسم میں چار اور دوسری قسم میں پانچ روایتیں
ہیں۔ اول قسم کی روایتیں یہ ہیں۔
ایک وہ روایت ہے جو طرائف میں سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور
جسکو عماد الاسلام اور دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا ہے اس کے بیان کرنے والے
راوی حسب ذیل ہیں۔ اول محی السنہ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ ہمدانی۔ دوسرے
قاضی ابو نصر شعیب بن علی۔ تیسرے موسیٰ بن سعید۔ چوتھے ولید بن علی۔ پانچویں
عباد بن یعقوب۔ چھٹے علی بن عباس۔ ساتویں فضیل۔ آٹھویں عطیہ۔ نویں ابو سعید
جن پر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔
دوسری وہ روایت ہے جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی
میں بہ تفصیل اسناد بیان کی گئی ہے اور اس کے راوی یہ ہیں۔ اول سید ابو حمید مہدی بن
نزار حسینی۔ دوسرے حاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی۔ تیسرے حاکم الوالد ابو محمد

زیادہ اپنی صحبت میں اور اپنے مال میں مجھپر احسان کرنے والے ابوبکر ہیں اور اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو بے شک ابوبکر کو بناتا مگر (ابوبکر سے مجھے) اسلام کی اخوت اور اس کی محبت (ہے)

تم نے کسی ایسے شخص کو اپنے پیچھے نہیں چھوڑا کہ اسکے جیسے عمل کے ساتھ خدا سے ملنا بنسبت تمہارے مجھے محبوب ہو اور خدا کی قسم میں خیال کرتا تھا کہ اللہ تمہیں تمہارے دونوں صاحبوں کے

وہ جنگ بدر سے غائب تھے اور اس میں شریک نہیں ہوئے انھوں نے کہا ہاں (جانتا ہوں) اس نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ وہ بیعۃ الرضوان سے غائب تھے اور اس میں شریک نہیں ہوئے

گئیں مگر انھوں نے آپ کو نہ پایا اور عائشہ کو پایا تو عائشہ سے انھوں نے بیان کیا (کہ میں اس لئے آئی تھی) پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عائشہ نے آپ سے فاطمہ کے آنے کا حال بیان کیا۔ پس

چوتھے عمر بن احمد بن عثمان۔ پانچویں عمر بن حسین ابن علی بن مالک۔ چھٹے جعفر بن محمد الحمصی۔ ساتویں حسن بن حسین۔ آٹھویں ابو معمر بن سعید۔ نویں ابوعلی قاسم کندی۔ دسویں یحییٰ بن یعلی۔ گیارہویں علی بن مسہر۔ بارھویں فضیل بن مرزوق۔ تیرھویں عطیہ کوفی۔ چودھویں ابوسعید خدری۔

تیسری وہ روایت جسکو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور انھوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی اول محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہیں۔ دوسرے ہیثم بن خلف دوری تیسرے عبداللہ بن سلیمان بن اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا۔ پانچویں عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت میں علی بن عباس ہے) ساتویں جعفر بن محمد حسینی آٹھویں علی بن منذر طریقی۔ نویں فضیل بن مرزوق دسویں عطیہ عوفی۔ گیارہویں ابوسعید خدری

چوتھی وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھی ہے۔ اسکے اول راوی محمد بن

مسجد میں کوئی دروازہ ایسا نہ رہے جو بند نہ کیا جائے سوا ابوبکر کے دروازہ کے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان ترجیح دیا کرتے تھے بس ہم ابوبکر ت تھوڑے کہے گا اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے اکثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہی کہ میں اور ابوبکر و عمر گئے ہیں اور ابوبکر و عمر داخل ہوا میں اور ابوبکر و عمر باہر نکلا۔ حضرت انس بن مالک انھوں نے کہا ہاں (جانتا ہوں) اس نے کہا اللہ اکبر حضرت ابن عمر نے کہا یہاں آ میں تجھ سے بیان کروں احد کے دن ان کا بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے ان سے معاف کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم اپنے خواب گاہ میں لیٹ چکے تھے تو میں نے چاہا کہ اٹھوں آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی جگہ پر رہو اور آپ ہم دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ

عباس ہیں، دوسرے علی بن عباس مقانعی۔ تیسرے ابوکریب۔ چوتھے معاویہ پانچویں فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ۔ ساتویں ابوسعید خدری۔

(اور دوسری قسم کی روایتیں یہ ہیں)

پہلی وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام میں نقل کی ہے۔ اس کو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور اس میں دو راویوں کے نام منقول ہیں۔ ایک ابراہیم بن محمد بن میمون۔ دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویوں نے اپنی سند کا سلسلہ ابوسعید تک پہنچایا ہے

دوسری وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ میں در منثور سیوطی سے بلا حوالہ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح میں اس پہ اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبدالرحمن بن صالح لکھتے ہیں کہ مامون نے عبیداللہ بن موسیٰ سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو انھوں نے اسی حدیث کو جس کا

کو ترجیح دیتے تھے پھر عمر بن خطاب کو پھر عثمان بن عفان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر کی فضیلت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (دیکھو) اگر میں کسی کو خلیل بناتا اسکو حضرت ابوسعید نے روایت کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایکدن) اُحد (نامی پہاڑ) پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر و عمر و عثمان بھی تھے پس وہ پتھر ہلا تو آپ نے اسے اپنے پیر سے مارا اور فرمایا کہ ای اُحُد ٹھیر جا کیونکہ تیرے

انھیں بخشد یا اور لیکن بدر سے اُنکا غائب ہوجانا تو اسکی وجہ یہ تھی کہ اُن کے تحت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور وہ بیمار تھیں تو اُن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

میں نے آپکے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی اور آپنے فرمایا کہ کیا میں تمھیں ایک ایسی بات تعلیم نکروں جو اس سے بہتر ہے جسکی تم نے خواہش کی ہے جب تم اپنی خوابگاہ میں جاؤ تو ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو

ذکر سید مہدی بن نزار حسینی نے کیا ہے لکھہ بھیجا اور اسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اس میں دو نام مذکور ہیں۔ ایک فضیل بن مرزوق دوسرے عطیہ۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرایف میں بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے جس میں سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالہ واقدی قاضی نور اللہ تستری نے احقاق الحق میں نقل کیا ہے۔

پانچویں وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصیٰ سے عماد الاسلام وغیرہ میں نقل کی گئی ہے۔

یہ ہے کل مایہ ناز علمار امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اُن تمام روایتوں کا جکو وہ بہت بڑے زور شور سے سینوں کے مقابلہ میں ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اور چونکہ یہ روایتیں مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک میں بیان کی جاتی ہیں بیچارے ناواقف سنی انھیں دیکھکر گھبرانے لگتے ہیں اور یہ سمجھا کہ یہ روایتیں تو ہماری ہی

حضرت ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو بے شک میں ابوبکر کو خلیل بناتا مگر وہ میرے بھائی اور میرے ہمنشین ہیں۔ ایک دوسری روایت

اوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید ہو۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا مجھ سے حضرت ابن عمر نے بعض حالات ان کے یعنی حضرت عمر کے پوچھے تو میں نے

کہ تمہیں اس شخص کی برابر ثواب اور حصہ ملے گا جو بدر میں شریک ہوا ہو اور لیکن بیعۃ الرضوان سے ان کا غائب رہنا تو اگر کوئی شخص مکہ میں عثمان سے زیادہ باعزت ہوتا تو بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

حضرت سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا تھا کہ کیا تم اس بات سے خوش کہ تم میرے ساتھ اس درجے پر رہو جس درجہ

کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور غالباً صحیح ہوں گی حیران رہجاتے ہیں۔ اور اکثر لوگوں کو خلجان اور اپنے عقائد میں شبہہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب ہم نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس سے دیکھنے والوں کو معلوم ہو سکے گا کہ سلسلہ تمام روایتوں کا ابوسعید پر ختم ہوتا ہے اور ابوسعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے اور ان سے بھی اس روایت کا سلسلہ آیندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اس میں لگائے گئے ہیں اسکی جڑ ابوسعید ہیں۔ مگر ابوسعید کے نام میں ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو شبہہ ہوتا ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری ہیں جو صحابی تھے حالانکہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ یہ وہ ابوسعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہیں۔ انکے بہت سے نام اور مختلف کنیتیں ہیں۔ اور اسی سبب سے لوگوں کو اکثر ان کے نام میں دھوکا ہو جاتا ہے۔ کبھی انکا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے ہیں اور ان کی تین کنیتیں ہیں

ہیں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو بیشک انہیں کو بناتا مگر اخوت اسلام افضل ہے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل کوفہ نے ابن زبیر کو دادا (کی میراث) کے بارے میں خط لکھا تو

اُن سے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبکہ آپ کی وفات ہوئی کسی کو نہیں کہا اور کسی کو زیادہ منحی نہیں دیکھا یہاں تک کہ یہ باتیں عمر بن خطاب پر ختم ہوگئیں۔

حضرت انس رضہ سے

عثمان کی جگہ اُسے بھیجتے بس انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور بعد اسکے کہ عثمان چلے گئے بیعۃ الرضوان ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کی نسبت یہ فرمایا کہ یہ عثمان کا

ہارون موسیٰ کے ساتھ تھے۔

عبیدہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تم لوگ جس طرح فیصلہ کیا کرو کیونکہ میں اختلاف کو برا سمجھتا ہوں یہاں تک کہ لوگ سب متفق ہو جائیں یا میں بھی مرجاؤں جس طرح

ایک ابو نصر اور دوسری ابو ہشام اور تیسری ابو سعید۔ اور انھیں سے عطیہ عوفی روایت کرتے ہیں۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثوں کو اپنے شیخ ابو سعید کلبی سے اس طور پر روایت کرتے ہیں کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے روایت ہو کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید کہکر چپ ہو جاتے ہیں کلبی یا اور مشہور نام انکا نہیں لیتے تاکہ لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہیں وہ ابو سعید خدری صحابی ہیں چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہوگیا اور اُن کی یہ ہوشیاری کھل گئی تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابو سعید کلبی سے ہے نہ کہ ابو سعید خدری سے کھل جائے ہم اول عطیہ کا اور پھر ابو سعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابوں سے بیان کرتے ہیں اور اس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتوں پر پڑا ہوا تھا اُٹھاتے ہیں۔ عطیہ۔ جنھوں نے اس روایت کو ابو سعید سے بیان کیا ہے اُن کی نسبت تقریب میں جو معتبر کتاب اسماء الرجال

انحضوں نے کہا کہ وہ شخص
جسکی نسبت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تھا کہ اگر میں اس
امت میں سے کسی کو
خلیل بناتا یعنی ابوبکر
نے دادا کو باپ کے درجہ
میں رکھا ہے۔
محمد جبیر بن مطعم اپنے
والد سے روایت کرتے

روایت ہے کہ ایک
شخص نے نبی صلی اللہ
سے قیامت کی بابت
پوچھا کہ قیامت کب
ہوگی آپ نے فرمایا تو نے
اسکے لیے کیا سامان
مہیا کیا ہے اس نے
عرض کیا کہ کوئی چیز
نہیں سوا اسکے کہ میں
اور اللہ اور اسکے

ہاتھ ہے اور اسے
اپنے بائیں ہاتھ کے
اوپر مارا اور فرمایا کہ
یہ بیعت عثمان کی ہے
پھر اس شخص سے حضرت
ابن عمر نے کہا کہ اب
تو ان باتوں کو اپنے
ہمراہ لیجا۔
حضرت انس کہتے ہیں
(ایکدن) نبی صلی اللہ

میرے اصحاب مرگئے
اور ابن سیرین کی رائے
تھی کہ اکثر وہ روایتیں
جو حضرت علی سے مروی
ہیں جھوٹی ہیں۔
حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کے مناقب
ختم ہوئے

کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت میں خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ
بھی تھے۔ "کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطئ کثیرا وکان شیعیا مدلسا" اول تو ان کی
روایت بہ سبب اسکے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہیں دوسرے بوجہ تدلیس کے
پایۂ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بہ لحاظ شیعہ ہونے کے یہ روایت شیعوں کی ہے کہ
سنیوں کی۔

روایت میں خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزیں محتاج بیان نہیں ہیں مگر تدلیس کیا چیز ہے
اور راوی میں یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین
اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکیں ابن جوزی تدلیس
کو روایت میں اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہیں کہ وہ تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں۔

"ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع
وہذا خیانۃ منہم علی الشرع ومقصودہم تنفیق احادیثہم وکثرۃ روایاتہم وقد قال النبی من

ہیں کہ انھوں نے کہا ایک عورت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاس
آئی تو آپ نے اُسے حکم دیا کہ
وہ پھر آپ کے پاس آئے اس نے
کہا بتائیے اگر میں آؤں اور
آپ کو نہ پاؤں گویا وہ موت
کو کہتی تھی آپ نے فرمایا اگر مجھکو
نہ پانا تو ابوبکر کے پاس جانا۔
حضرت عمار کہتے ہیں کہ میں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
کو دوست رکھتا ہوں آپ
نے فرمایا تو اسی کے ساتھ
ہوگا جسے دوست رکھتا ہے
حضرت انس نے کہا کہ ہم کسی
بات پر اس قدر خوش
نہیں ہوئے جس قدر نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
قول سے کہ تو اسی کے ساتھ
ہوگا جسے دوست رکھتا ہے

علیہ وسلم اُحد (نامی پہاڑ)
پر چڑھے اور آپ کے ہمراہ
ابوبکر و عثمان بھی تھے پس وہ
ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اُحد
ٹھیر جا اے اُحد مجھے خیال ہے
کہ آپ نے اسے اپنے پیرولا
ہے کیونکہ تیرے اوپر ایک
نبی اور ایک صدیق اور
دو شہید ہیں۔

روی عن حدثنا یری انه کذب فهو احد الکاذبین ومن هذا الفن تدلیسهم فی الروایة فتارة یقول احدهم فلان عن فلان او قال فلان عن فلان یوهم انه سمع منه ولم یسمع وهذا قبیح لانه یجعل المنقطع فی مرتبة المتصل انتهی۔ یعنی علماء محدثین کو ابلیس حدیث موضوع کی روایت کرنے میں یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہیں کرتے کہ یہ حدیث موضوع ہے حالانکہ یہ بات ان کی شرع میں خیانت ہے اور ان کا اپنی احادیث کا جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث میں روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی یہ کہنے فلان نے فلان سے یا فلان نے کہا فلان سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلان نے فلان سے سنا ہو حالانکہ نہیں سنا تو یہ بہت بری بات ہے اس لئے کہ راوی حدیث منقطع کو (جس کا راوی بیچ میں سے چھوٹا ہو) متصل کے (جسکے راوی برابر مسلسل ہوں) برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

کہ آپ کے ہمراہ کوئی نہ تھا سوا پانچ غلاموں کے اور دو عورتوں کے اور ابوبکر کے حضرت ابو الدرداء کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر آئے اپنے چادر کا کنارہ اٹھائے ہوئے یہاں تک کہ گھٹنا کھل گیا تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

خوش ہوئے حضرت انس کہتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر کو دوست رکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ بوجہ اُن کی محبت کے جو مجھے ہے میں اُن کے ہمراہ ہوں گا اگرچہ میں نے اُن کے اعمال کے مثل عمل نہیں کئے۔

عثمان بن عفان پر بیعت اور اتفاق کا قصہ اور اسی میں حضرت عمر بن خطاب کی شہادت کا بیان ہے۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب کو چند روز اس سے پہلے کہ وہ شہید ہوں مدینہ میں دیکھا کہ وہ حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف کے پاس کھڑے

اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے "عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعی شہیر ضعیف۔۔۔ قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث وکان ہشیم یتکلم فی عطیۃ وروی ابن المدینی عن یحییٰ قال عطیۃ وابو ہارون وبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیۃ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوہم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف" یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ اُن کی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہیں کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحییٰ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عطیہ اور ابو ہارون اور ابو بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہیں۔ اور امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور ان سے تفسیر لیتے اور اسے ابوسعید کے نام سے لکھدیتے

فرمایا کہ تمہارے دوست
لڑے ہوئے آرہے ہیں
پھر ابوبکر نے سلام کیا اور
کہا کہ میرے اور ابن خطاب
کے درمیان میں کچھ جھگڑا
ہوگیا تھا تو میں نے جلدی
میں کچھ انھیں کہہ ڈالا بعد
اسکے میں نادم ہوا اور میں نے
ان سے درخواست کی کہ معاف
کردیں مگر انھوں نے مجھسے

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تم سے اگلی امتوں
میں کچھ لوگ محدث ہوتے
تھے تو میری امت میں
اگر کوئی ہوگا تو وہ عمر ہیں
دوسری روایت میں اتنا
زیادہ ہے کہ حضرت ابو
ہریرہ نے کہا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تم سے

ہوئے کہہ رہے تھے کہ تم
دونوں نے کیا کیا کیا تمہیں
اس بات کا خیال ہے کہ تم نے
زمین سواد پر اس قدر خراج
باندھ دیا ہے جسکی وہ طاقت
نہیں رکھتی ان دونوں نے
کہا نہیں ہم نے اسپر بقدر
خراج باندھا ہے جسکی وہ طاقت
رکھتی ہے اس میں بہت
زیادتی نہیں ہے حضرت عمر نے

اور یوں کہتے کہ ابوسعید نے ایسا کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ
مقصود ان کا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ ابوسعید خدری ہیں۔ اور نسائی اور
ایک جماعت نے ان کو ضعیف بتایا ہے۔ اور سخاوی نے رسالہ منظومہ جزوی میں
جو اصول حدیث میں ہے "باب من له اسماء مختلفة ونعوت متعددة" میں جہاں
کلبی کا ذکر لکھا ہے وہاں یہ بیان کیا ہے "وهو ابوسعید الذی روی عنه عطیة العوفی
موهما انه الخدری" کہ یہی کلبی ابوسعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ اور عطیہ
عوفی ان سے جو روایت کرتے ہیں وہ اسی کنیت سے یعنی "قال ابوسعید" کہکر روایت
کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ ابوسعید خدری ہیں۔

اس حقیقت سے جو ہمنے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب روز روشن کے یہ بات کھل گئی کہ
یہ روایت ابوسعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہیں ہے۔ بلکہ ابوسعید کلبی سے
ہے جو مفسر تھے۔

انکار کر دیا لہذا میں آپکے
پاس آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ
اے ابو بکر اللہ تمہیں معاف
کردے (تین مرتبہ فرمایا)
پھر عمر نادم ہوئے اور وہ ابو
بکر کے مکان پر گئے اور پوچھا
کہا ابو بکر یہاں ہیں لوگوں
نے کہا کہ نہیں تو وہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس گئے پس
(انھیں دیکھ کے)

پہلے بنی اسرائیل میں کچھ
لوگ ایسے ہوتے تھے کہ انسے
(خدا کی طرف سے) باتیں
کی جاتی تہیں وہ نبی نہوتے
تھے پس اگر اُن میں سے
میری امت میں کوئی ہوگا
تو وہ عمر ہیں۔ حضرت ابن
عباس کہتے ہیں (کہ محدث
کا ذکر قرآن میں ہی) من
نبی ولا محدث۔

کہا غور کرو شاید تمنے اس
زمین پر اس قدر خراج باندہ
دیا ہو جسکی وہ طاقت نہیں
رکھتی اُن دونوں نے کہا
کہ نہیں پھر حضرت عمر نے
کہا کہ اگر اللہ نے مجھے سلامت
رکھا تو میں اہل عراق کی
بیوہ عورتوں کو اس حال
میں کردوں گا کہ میرے بعد
کسی کی محتاج نہ ہوں۔

اب ہم ابو سعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حضرت جن پر ان
تمام روایتوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جھوٹے اور حدیثوں کے بنانے والے اور شیعہ
تھے ان کی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومہ جزری میں اس باب میں جس کا اوپر
ذکر ہوا یہ لکھا ہے کہ ان لوگوں میں سے جنکے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتیں
ہیں ایک محمد بن سائب کلبی مفسر ہیں انھیں کی کنیت ابو نضر ہے۔ اور اس کنیت
سے ابن اسحاق اُن سے روایت کرتے ہیں اور انھیں کا نام حماد بن سائب ہے اور
ابو اسامہ اسی نام سے اُن سے روایت کرتے ہیں اور انھیں کی کنیت ابو سعید ہے اور
اسی کنیت سے عطیہ عوفی ان سے روایت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو شبہہ میں ڈالیں کہ یہ
ابو سعید خدری ہیں۔ اور انھیں کی کنیت ابو ہشام بھی ہے اور اس کنیت سے
قاسم بن الولید اُن سے روایت کرتے ہیں۔ اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہیں "ان
من امثلتہ (ای من لہ اسماء مختلفۃ و نعوت متعددۃ) محمد بن السائب الکلبی المفسر ہو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
چہرہ کا رنگ بدلنے لگا یہاں
تک کہ ابوبکر ڈر گئے اور اپنے
دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ
گئے اور کہا یا رسول اللہ خدا
کی قسم میں نے ہی زیادتی کی
تھی (دو مرتبہ یہی کہا) پھر نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف
(نبی بنا کے) بھیجا تم لوگوں نے

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے (ایک مرتبہ) فرمایا
کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں
میں تھا کہ بھیڑیئے نے حملہ
کیا اور اُن میں سے ایک
بکری اس نے لی اُس
چرواہے نے اس کا پیچھا کیا
یہاں تک کہ اُس بکری کو
اس سے چھڑا لیا تو بھیڑیئے

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ
پھر اُن پر چوتھا ہی دن
تھا کہ وہ شہید کر دیئے گئے
عمرو بن میمون کہتے ہیں جس دن
وہ شہید ہوئے ہیں کھڑا ہوا
تھا میرے اور اُن کے درمیان
میں سوا عبد اللہ بن عباس کے
کوئی نہ تھا اور وہ جب
دو صفوں کے درمیان میں
گزرتے تھے تو کہتے تھے کہ

ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحاق وہو حماد بن السائب روی عنہ ابو اسامۃ وہو
ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موہمًا انہ الخدری وہو ابو ہشام روی عنہ القاسم
بن الولید" اور تقریب میں ان کی نسبت یہ لکھا ہے "محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابو النضر
الکوفی النسابۃ المفسر متہم بالکذب ورمی بالرفض من السادسۃ مات سنۃ مائۃ و
ست واربعین" کہ محمد بن سائب کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور
رفض سے متہم ہیں اور میزان الاعتدال میں انکی نسبت لکھا ہے "محمد بن السائب الکلبی
ابو النضر الکوفی المفسر النسابۃ الاخباری قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانک تروی عنہ
قال انا اعرف صدقہ من کذبہ قال البخاری ابو النضر الکلبی ترکہ یحیی وابن مہدی ثم
قال علی حدثنا یحیی عن سفیان قال لی الکلبی حدثتک عن ابی صالح فہو کذب وقال
یزید بن زریع حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویہ قال الاعمش اتق ہذہ السبائیۃ
فانی ادرکت الناس وانما یسمونہم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئک

کہدیا کہ تو جھوٹا ہے اور ابوبکر نے کہا کہ سچ کہتے ہیں۔ اور انھوں نے اپنی جان سے اور اپنے مال سے میری خدمت کی پس کیا تم میرے لئے میرے دوست کو چھوڑ دوگے (یا نہیں) دو مرتبہ (یہی فرمایا) پھر ابوبکر کو اسکے بعد کسی نے نہیں ستایا۔ حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس سے کہا کہ درندہ والے دن اس کا کون محافظ ہوگا جس دن میرے سوا اس کا کوئی چرواہا ہوگا تو لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسپر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر و عمر (ایمان لاتے ہیں) حالانکہ ابوبکر و عمر وہاں نہ تھے۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے

برابر کرو یہاں تک کہ جب صفوں میں کچھ خلل نہ دیکھتے تو آگے بڑھتے تھے اور تکبیر کہتے تھے اور اکثر سورۃ یوسف یا سورۂ نحل یا اسی کے مثل اور کوئی سورت پہلی رکعت میں پڑھا کرتے تھے تاکہ لوگ جمع ہوجائیں پس ویسے ہی انھوں نے تکبیر کہی تھی کہ میں نے انھیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ

الذین یقولون ان علیاً یبعث وانہ راجع الی الدنیا ویملأہا عدلاً کما ملئت جوراً وان رأوا سحابۃ قالوا امیر المومنین فیہا وعن ابی عوانۃ سمعت الکلبی یقول کان جبرئیل یملی الوحی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علیؑ وقال احمد بن زہیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال الجوزجانی وغیر کذاب وقال الدار قطنی وجماعۃ متروک وقال ابن حبان وضوح الکذب فیہ اظہر من ان یحتاج الی الاعراف ذنی وصنہ یروی عن ابی صالح عن ابن عباس التفسیر وابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیہ اخرجت لہ الارض افلاذ کبادہا لایحل ذکرہ فی الکتب فکیف الاحتجاج بہ۔ کہ محمد بن سائب کلبی جن کی کنیت ابو النصر ہے وہ کوفی ہیں اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہیں۔ امام نووی اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ کلبی سے بچنا چاہئے اسپر اُن سے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اُن سے روایت کرتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں اسکے جھوٹ کو اسکے سچ سے جدا کرنا

انھیں غزوہ ذات السلاسل
میں بھیجا تو وہ کہتے ہیں جب
میں اس غزوہ سے لوٹ کے
آپ کے پاس آیا تو میں نے کہا
کہ کون لوگ آپ کو زیادہ
محبوب ہیں آپ نے فرمایا عائشہ
میں نے عرض کیا کہ مردوں
میں آپ نے فرمایا کہ ان کے
باپ میں نے پوچھا کہ پھر کون
آپ نے فرمایا پھر عمر بن خطاب

ہیں کہ میں رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
ہوئے سنا کہ اس حال میں
کہ میں سو رہا تھا لوگ میرے
سامنے پیش کئے گئے اور ان
کے جسم پر کرتے تھے پس
بعض کرتے تو پستان تک
پہنچتے تھے اور بعض اس کے
نیچے اور عمر میرے سامنے
پیش کئے گئے اور ان کے جسم

قتلنی او اکلنی الکلب جبکہ
اس نے حضرت عمر کو زخمی کیا
پھر وہ غلام دو دہاری چھری
لئے ہوئے بھاگا۔ داہنے
بائیں جس پر اس کا گزر ہوتا
تھا اسے وہ مارتا تھا یہاں
تک کہ اس نے تیرہ آدمیوں کو
زخمی کیا ان میں سے سات
مر گئے پھر جب اس بات کو
ایک شخص نے مسلمانوں میں سے

جانتا ہوں۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحییٰ اور ابن مہدی نے اس کی روایت
قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحییٰ سے اور انھوں نے
سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو میں تم سے
روایت کروں وہ جھوٹی ہے۔ اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے
کہ وہ عبد اللہ بن سبا کے فرقہ کا تھا اور ابو معاویہ کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا ہے
کہ اس سبائیہ فرقہ سے بچنا چاہئے کیونکہ وہ کذاب ہوئے ہیں۔ اور ابن حبان نے
کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا یعنی ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ
نہیں مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کریں گے اور اسے انصاف سے اسی
طرح بھر دیں گے جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی اور جبکہ وہ بادل کو دیکھتے تو
کہتے کہ امیر المومنین اسی میں ہیں۔ اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے
ہیں کہ میں نے خود کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان

پھر آپ نے چند آدمیوں کا نام لیا۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ اس حال میں کہ ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا کہ بھیڑئیے نے اسپر حملہ کیا اور ایک ان میں سے ایک بکری اسنے پکڑ لی پس چرواہے نے اس بکری کو

پر ایک کرتا تھا کہ وہ اسکو کھینچے ہوئے چلتے تھے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اسکی کیا تعبیر لی آپ نے فرمایا کہ دین۔

حضرت مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ جب عمر زخمی کئے گئے تو وہ رنجیدہ ہونے لگے ان سے ابن عباس نے کہا اور گویا ابن عباس انھیں بے صبر

دیکھا تو اس نے اپنا بازن کو اسپر گرا دیا پس جب اس غلام کو یہ خیال ہوا کہ وہ پکڑ لیا جاویگا تو اسنے اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا اور حضرت عمر نے عبد الرحمان بن عوف کا ہاتھ پکڑ کے انھیں آگے کر دیا پس جو شخص (اس وقت) حضرت عمر کے قریب تھا اور ان باتوں کو دیکھ رہا تھا جو میں نے دیکھیں اور جو لوگ مسجد کے کنارے

کرتے اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لئے بیت الخلا جاتے تو جبر ئیل عملی پر اس وحی کو املا کرتے یعنی ان سے کہتے۔ اور احمد بن زہیر کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ اور جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے یعنی اس کی روایت لینے کے لائق نہیں ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور ان حضرت کے صفات میں سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے اور وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سنا۔ مگر جب اون کو تفسیر میں کچھ بیان کرنے کی حاجت ہوتی تو اپنے دل سے نکال لیتے ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب میں جائز نہیں ہے نہ کہ اس سے سند لینا۔

چھوڑ لیا پس بھیڑیا اس کی
طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ درندوں
والے دن بکری کا محافظ کون
ہوگا جس دن اسکا کوئی چرانے
والا میرے سوا نہ ہوگا اس
حال میں کہ ایک شخص گائے کو
لئے جا رہا تھا اسپر سوار ہوگیا
تو وہ گائے اسکی طرف متوجہ
ہوئی اور اس نے اس سے بات کی
کہا کہ میں اس لئے نہیں پیدا کی گئی

خیال کرتے تھے) کہ اگر یہ
بات ہوئی (یعنی آپ کو
موت آگئی تو کچھ غم نہیں
کیونکہ) آپنے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
اٹھائی اور ان کا حق صحبت
اچھا ادا کیا پھر جب آپ
جدا ہوگئے تو وہ آپ سے
راضی تھے پھر آپنے ابوبکر
کی صحبت اٹھائی اور انکا

ہیں تھے انھیں کچھ معلوم نہیں
ہوا سوا اسکے کہ انھوں نے حضرت
عمر کی آواز نہیں پائی اور وہ
یہ کہتے تھے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ
پھر ان لوگوں کو عبدالرحمن بن
عوف نے بہت ہلکی نماز پڑھا دی
پھر جب نماز سے سب لوگ فارغ
ہوئے تو حضرت عمر نے کہا کہ اے
ابن عباس دیکھو تو مجھے کس نے
قتل کیا ہے پس وہ تھوڑی

ور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے ان کے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا جہاں بیان
کیا ہے وہاں ان کے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور انکے
فرزند کو اس قسم کے متروکین میں داخل بھی نہیں کیا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں "ہشام بن
الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقۃ فلھذا لم ادخلہ بین حفاظ الحدیث وھو ابو
المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابۃ" اور یاقوت حموی نے معجم الادبا
میں جہاں محمد بن جریر طبری کی کتابوں کا ذکر کیا ہے لکھا ہے "ولم یتعرض ای الطبری
لتفسیر غیر موثوق بہ فانہ لم یدخل فی کتابہ شیئا عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا
مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانھم عندہ اظناء" کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر
اپنی تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی اور اسی لئے اپنی کتاب میں کچھ بھی محمد بن سائب
کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابوں سے نہیں لیا کیونکہ یہ لوگ
ان کے نزدیک مشکوکین میں سے ہیں۔ اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں

بلکہ میں کھیتی کے لیے پیدا کی گئی ہوں لوگوں نے (تعجب سے) کہا کہ سبحان اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسپر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر بن خطاب۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس حال میں کہ میں

حق صحبت اچھا ادا کیا پھر آپ جدا ہوتے تو وہ آپ سے راضی تھے بعد اسکے آپ نے اُن کے صحابہ کی صحبت اُٹھائی اور اُن کا حق صحبت اچھا ادا کیا اور اگر آپ اُن سے جدا ہوں گے تو وہ آپ سے راضی ہوں گے حضرت عمر نے کہا کہ جو تم نے رسول خدا

دیر تک ادہر ادہر د
رہے بعد اسکے آئے اور ا
نے کہا کہ مغیرہ کے غلام
حضرت عمر نے کہا اس
لے ابن عباس نے کہا
تو حضرت عمر نے کہا کہ ا
ائسے غارت کرے میں
تو اُسے ایک عمدہ با
کا حکم دیا تھا اللہ کا
ہے کہ اس نے میری مو

کلبی کی نسبت لکھا ہے۔ "قد قال احمد فی تفسیر کلبی من اولہ الی آخرہ کذب لایحل النظر
یہ حالت ہو ابو سعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہمنے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقا
کے عبداللہ بن سبا کے فرقے میں سے ہیں اور رجعت کے قایل اور جناب امیر کے باد
میں چھپے ہونے کے معتقد۔ اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلیٰ درجہ پر ہیں کہ جنکو نہ دیکھا
جن سے نہ کچھ سنا اُن سے برابر روایت کرتے ہیں۔ اور جس موقع پر جو چاہا اور
اپنے دل سے گڑھکر بیان کردیتے ہیں۔ اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق
تفسیر لکھنے والے مثل طبری کے اپنی کتاب میں اُن کی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز
نہیں سمجھتے اور یہی ہیں واضع یا ناقل حدیث ہبۂ فدک کے جنکو عطیہ لے کر وہ بھی
مدلس اور شیعی تھے اپنے اپنے مذہبی عقائد کی حمایت کے لئے ان سے روایت کی
اور ان کے دیگر نام اور کنیتیں چھوڑ کر صرف ابو سعید کہکر لوگوں کو اس شبہہ میں
ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہوں گے۔

سور ہا تھا میں نے اپنے کو ایک کنوئیں پر دیکھا اُسپر ایک ڈول تھا پس میں نے اس سے جس قدر ڈول اللہ نے چاہے نکالے پھر اسکو ابن ابی قحافہ نے لیلیا اور انھوں نے اس سے ایک ڈول یا ڈول نکالے اور اُن کے نکالنے میں کچھہ کمزوری تھی اور اللہ اُن کی کمزوری کو

صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اُن کی رضامندی کا ذکر کیا تو یہ صرف اللہ کا احسان ہے جو اس نے مجھپر کیا مگر یہ بے صبری جو تم مجھہ میں دیکھہ رہے ہو یہ تمہاری وجہ سے اور تمہارے اصحاب کی وجہ سے ہے خدا کی قسم اگر میرے پاس تمام دنیا بھر کا سونا ہوتا تو میں

کسی ایسے شخص کے ہاتھہ پر نہیں کی جو اسلام کا دعوی کرتا ہو بے شک میں تمہارے والد دونوں اس بات کو دوست رکہتے تھے کہ مدینہ میں غلام بہت آجائیں اور عباس کے پاس سب سے زیادہ غلام تھے تو انھوں نے (مجھہ سے ایکمرتبہ) کہا کہ اگر تم چاہو تو میں ایسا کروں

اس بات کا ثبوت کہ ابوسعید جنپر سلسلہ ان حدیثوں کا ختم ہوتا ہے ابوسعید خدری نہیں ہیں صرف خیالی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریروں اور روایتوں سے بھی ملتا ہے مثلاً کنز العمال میں جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور جسے عماد الاسلام وغیرہ میں بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرایف اور عماد الاسلام وغیرہ میں منقول ہے اور دُر منثور سیوطی اور بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم کی روایتوں میں صرف ابوسعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اس کے آگے نہیں ہے یہ لفظ اسی وہم کے سبب سے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا پیچھے بڑھایا گیا۔

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبۂ فدک کی روایت کا غلط جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور ثابت بھی اسطور پر کہ اس میں کچھہ شبہہ نہیں رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نہ رہی کہ اور راویوں پر بحث کی جاوے مگر ہم ہر روایت

معاف کردے بعد اس کے
وہ ڈول پر س بنگیا پھر اسکو
ابن خطاب نے لیا تو میں نے
لوگوں میں سے کسی زور آور
کو نہیں دیکھا کہ وہ عمر کی طرح
(زور سے) نکالتا ہو یہانتک
کہ لوگ سیراب ہو گئے ۔
حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں
کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا

اسکو خدا کے عذاب کے
فدیہ میں دیدیتا قبل اسکے
کہ میں اسکو دیکھوں ۔
حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں
کہ میں مدینہ کے باغوں
میں سے کسی باغ میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
تھا تو ایک شخص آیا اور
اس نے دروازہ کھلوایا
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ورنہ اگر چاہو تو میں ان کو
قتل کردوں میں نے کہا یہ
غلط ہے بعد اس کے کہ وہ
تمہاری زبان میں گفتگو
کرنے لگے اور تمہارے قبلہ
کی طرف نماز پڑھنے لگے اور
تمہاری طرح حج کرنے لگے ۔
(ان کو قتل نہیں کر سکتے)
پھر حضرت عمر اپنے گھر چلے
گئے اور لوگوں (کے بیچ)

اور راویوں سے بھی بحث کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور
مجہولین اور کاذبین اور رافضین سے کم و بیش بھرے ہوئے ہیں ۔ اور جنکو دیکھیے
ان میں کچھ نہ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے ۔
پہلی روایت جو طبرانی یا سید الحفاظ ابن مردویہ سے ہم نے نقل کی اُسکے آخری
راوی ابو سعید ہیں اور جن نے ان سے روایت کی ہے یعنی عطیہ اُن کا حال تو معلوم
ہو گیا ۔
اب فضیل کا حال سنئے جنہوں نے عطیہ سے روایت کی ہے ۔ ان کی نسبت تقریب
میں لکھا ہے "الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع" کہ فضیل بن مرزوق بسبب
تشیع کے چھوڑ دیئے گئے ۔ اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے "الفضیل بن مرزوق
الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یہم کثیرا" کہ فضیل بن مرزوق
کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے کٹے شیعہ تھے اور ابو حاتم نے کہا کہ سچے

کپڑا تکبر کی نیت سے پنچا کریگا
اللہ اُس کی طرف قیامت کے
دن نظر نہ کرے گا تو ابو بکر
نے کہا کہ میرے کپڑے کا
ایک جانب لٹک جاتا ہے
مگر یہ کہ میں اسکی نگاہداشت
کروں تو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک
تم تکبر نہیں کرتے۔
حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں

فرمایا تھا تو انھوں نے
اللہ کا شکر کیا پھر ایک
شخص آیا اور اس نے دروازہ
کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اس کے
لئے کھولدو اور اسے
جنت کی بشارت دو چنانچہ
میں نے اس کے لئے کھول
دیا تو وہ عمر تھے پھر میں نے
انھیں اس بات کی خبر دی

غم کا یہ حال تھا کہ اُن کو گویا
اس دن سے پہلے کبھی کوئی
مصیبت پہنچی ہی نہ تھی
کوئی تو کہتا تھا کہ کچھ حرج
نہیں (اچھے ہو جائیں گے)
اور کوئی کہتا تھا مجھے ان کی
طرف سے اندیشہ ہے پھر نبیذ
(یعنی چھوہارے کا بھیگا ہوا
پانی) لائی گئی حضرت عمر نے
اُسے پیا تو وہ اُن کے پیٹ سے

تھے مگر وہم بہت کرتے تھے۔ اور تہذیب میں ان کی نسبت لکھا ہے "یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف" (ان کی حدیث لکھی جائے مگر قابل حجت نہیں ہے اور نسائی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں ہے "قال ابو عبد اللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا کان ممن یخطی علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن معین ضعیف" یعنی ابو عبد اللہ حاکم کہتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق میں شرط صحت نہیں ہے۔ اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ انھوں نے اسکو ثقہ لوگوں میں بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا کرتے تھے۔ اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں عطیہ تو اُن سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

کہ میں نے رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
ہوئے سنا جو شخص خدا کی
راہ میں دو چیزیں ایک قسم
کی دے وہ جنت کے
دروازوں سے بلایا جائیگا
اور جو شخص صدقہ والوں
میں سے ہوگا وہ صدقے کے
دروازے سے بلایا جائیگا
اور جو شخص روزہ والوں میں

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمائی تھی تو انھوں نے
اللہ کا شکر کیا بعد اس کے
اور ایک شخص نے دروازہ
کھلوایا تو آپ نے مجھ سے
فرمایا کہ اسکے لئے کھولدو
اور اسے جنت کی بشارت
دو اس مصیبت پر جو اسے
پہنچے گی تو وہ عثمان تھے
پھر میں نے انہیں اس

نکل گئی بعد اسکے دودھ
لایا گیا انھوں نے پیا تو وہ
بھی انکے پیٹ سے نکلگیا
پس لوگوں نے سمجھ لیا کہ
وہ مرجائیں گے پھر ہم سب
لوگ ان کے پاس گئے اور
لوگ آنے لگے اور ان کی
تعریف کرنے لگے اور ایک
جوان آدمی آیا اور اس
نے کہا کہ اے امیر المومنین

ابن عدی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب ثقات کی موافقت
کریں تو ان سے احتجاج کیا جائے اور احمد بن ابی خثیمہ نے ابن معین سے انکا
ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن [illegible] اس نے روایت کیا ہے۔ ان کا حال
سنیئے۔ میزان الاعتدال میں ہے "علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن
العلاء بن المسیب وابن ابی سلیم وغیرہما روی عباس عن ابن معین لیس بشئ وقال
الجوزجانی والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک
القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن
عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ رض
عطاھا فدک قلت ہذا باطل ولو کان وقع ذالک لما جاءت فاطمۃ تطلب شیئاً
ہو فی حوزہا وملکہا وفیہ غیر علی من الضعفاء" کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی

ہر گانہ روزہ کے دروازہ یعنی ریان (ناحی) دروازہ سے بلایا جائے گا تو ابو بکر نے عرض کیا کہ جو شخص ان سب سب دروازوں سے بلایا جائے اُسے پھر کوئی ضرورت نہیں اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا کوئی ان سب دروازوں سے بلایا جائیگا آپ نے فرمایا ہاں اور میں امید رکھتا ہوں

بات کی خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی تو انھوں نے اللہ کا شکر کیا بعد اسکے کہا کہ اللہ المستعان (یعنی اللہ سے صبر کی مدد مانگتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے

آپ کو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہو بوجہ صحبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور قدامت اسلام کے جو آپ (خود بھی) جانتے ہیں پھر آپ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے انصاف کیا اسکے بعد شہادت (آپکو نصیب ہوئی) حضرت عمر نے کہا میں یہ چاہتا ہوں

علا بن مسیب اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں ہیں اور جو جانی اور نسائی اور ابو زرعہ ان کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ایسی خطائیں فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوئے۔ قاسم بن ذکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہمسے بیان کیا اور ان سے علی بن عباس نے اور اس سے فضیل بن مرزوق نے اور اس سے عطیہ نے اور اس سے ابو سعید نے کہ جب آیہ "وآت ذا القربی حقہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فدک دیدیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دیدیتے تو حضرت فاطمہ پھر کچھ طلب نفرماتیں اس لئے کہ فدک آپ کے قبضہ اور ملک میں ہوتا۔ اور اس حدیث میں سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہیں ان حضرت کا حال معلوم

کہ اے ابوبکر تم انہیں میں سے ہوگے۔
حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی جب وفات ہوئی تو ابوبکر (مقام)
سنح میں تھے (اسمٰعیل راوی کہتے ہیں کہ سنح
بلندی مدینہ میں ایک مقام ہے) پس عمر
یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ خدا کی قسم رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی۔
(حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت عمر کہتے
تھے خدا کی قسم میرے دل میں بھی یہی تھا)
اور بیشک یقیناً اللہ انہیں اُٹھائے گا

کہ یہ سب باتیں مجھپر برابر سرابر ہوجائیں
نہ مجھپر عذاب ہو اور نہ مجھے ثواب ہے
پھر جب وہ شخص لوٹا تو اس کا ازار زمین
سے مس کر رہا تھا حضرت عمر نے کہا کہ اس
لڑکے کو میرے پاس واپس لاؤ (چنانچہ
وہ لایا گیا تو) انھوں نے کہا کہ اے بھتیجے
اپنا کپڑا اونچا کرو کیونکہ یہ تمہارے کپڑے
کو بھی صاف رکھنے والا اور تمہارے پروردگار
کے نزدیک زیادہ پرہیزگاری کی بات ہے
اے عبد اللہ بن عمر دیکھو مجھپر کس قدر

کیجیے۔ تقریب میں یہ لکھا ہے "عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو وبالجیم المکسورۃ والنون الخفیفۃ ابو سعید الکوفی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک" یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے ان کی ایک حدیث بخاری میں ہے جس کی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لایق ہے اور مغنی مولفہ صاحب مجمع البحار میں ہے "ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون فقیل علیہ ہو یستحق الترک" اور تذہیب التہذیب میں ہے "عباد بن یعقوب الاسدی ابو سعید الرواجنی احد رؤس الشیعۃ.. قال ابن عدی فیہ غلو روی احادیث منکرۃ فی فضائل اہل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان" کہ عباد بن یعقوب شیعوں کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان میں تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت میں بہت سی حدیثیں منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی کو برا کہا کرتے تھے۔

اور وہ چند لوگوں کے ہاتھ اور پیر کاٹ
ڈالیں گے پس ابوبکر آئے! اور انھوں نے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھولا
اور آپ کے بوسہ لیا اور کہا کہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ
زندگی اور موت (دونوں حالتوں) میں
پاکیزہ ہیں قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں
میری جان ہو کہ اللہ آپ کو دو موتوں کا
ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا بعد اسکے وہ باہر
گئے اور انھوں نے (حضرت عمر سے) کہا کہ

قرض ہو لوگوں نے حساب کیا تو چھیاسی
ہزار یا اسکے قریب پایا حضرت عمر نے
کہا کہ اگر اس قرض کے لئے عمر کی اولاد
کا مال کافی ہو جائے تو انھیں کے مال
سے اسکو ادا کرنا ورنہ پھر بنی عدی
بن کعب سے مانگنا اگر ان کے مال بھی
کافی نہوں تو قریش سے سوال کرنا اور
ان کے علاوہ کسی اور سے نہ سوال کرنا
اور اس قرض کو میری طرف سے ادا کرنا
حضرت عائشہ ام المومنین کے پاس جاؤ

اور میزان الاعتدال میں ہے "عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من
غلاۃ الشیعۃ ورؤس البدع لکنہ صادق فی الحدیث عن شریک والولید بن ابی
ثور وخلق وعنہ البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا باخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ
فی روایتہ والمتہم فی دینہ عباد وروی عبدان الاہوازی عن الثقۃ ان عباد بن
یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی روی احادیث فی الفضائل انکرت
علیہ وقال صالح جزرہ کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وسمعتہ یقول اللہ اعدل
من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ قاتلا علیا بعد ان بایعاہ .... وکان داعیۃ الی
الرفض ومع ذالک یروی المناکیر عن المشاہیر فاستحق الترک وقال الدارقطنی
عباد بن یعقوب شیعی صدوق" یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان
شیعہ اور بدعتیوں کے رئیسوں میں سے ہیں اور ان سے بخاری نے ایک حدیث
دوسرے راوی سے مقرون ہے روایت کی ہے اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ ایسا

اے قسم کھانے والے ٹھیر جا پس جب ابو بکر باتیں کرنے لگے تو عمر بیٹھ گئے پھر ابو بکر نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور کہا آگاہ ہو جاؤ جو شخص محمد کی پرستش کرتا ہو (وہ دین سے پھر جائے) کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو (وہ دین پر قائم رہے) کیونکہ اللہ زندہ ہے کبھی نہ مریگا اور اللہ نے فرمایا ہے۔ انک میت وانہم میتون اور فرمایا ہے

اور کہو کہ عمر آپ کو سلام کہتا ہے۔ امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں اب امیر المومنین نہیں ہوں اور کہنا کہ عمر ابن خطاب آپ سے اس امر کی اجازت طلب کرتا ہے کہ وہ اپنے دونوں صاحبوں (یعنی آنحضرت اور ابو بکر) کے ہمراہ دفن کیا جائے (پس عبد اللہ بن عمر گئے اور) انھوں نے سلام کر کے اجازت (اندر جانے کی) مانگی) پھر اندر ان کے پاس گئے تو ان کو بیٹھے ہوئے روتا ہوا پایا کہا

شخص جو روایت میں ثقہ اور دین میں متہم ہو کر ہم سے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے۔ اور ابدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ اور ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ فضایل میں احادیث منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح جزرہ کہتے ہیں کہ عباد عثمان غنی رض کو گالیاں دیتا تھا۔ اور میں نے اسکو یہ بھی کہتے سنا کہ اللہ تعالے اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے کیونکہ انھوں نے حضرت علی سے بیعت کرنیکے بعد قتال کیا۔ اور یہ رفض کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا۔ اور باوجود اس کے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اس لئے مستحق ترک ہوا۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ عباد پکا شیعہ ہے۔

اس روایت کے سلسلے میں جن لوگوں کے نام اسمار الرجال کی اُن کتابوں میں ہمکو ملے جو ہمارے پاس ہیں اُن میں پانچ نام پائے گئے اور خدا کے فضل سے پانچوں

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین"۔ راوی کہتا ہے پس سب لوگ بے اختیار رونے لگے راوی کہتا ہے انصار سعد بن عبادہ کی طرف سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو پھر ابو بکر اور عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح اُن کے

کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور اس بات کی اجازت مانگتے ہیں کہ اپنے دونوں صاحبوں کے ہمراہ دفن کئے جائیں حضرت عائشہ نے کہا میں اس جگہ کو اپنے واسطے چاہتی تھی مگر میں انھیں اب اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں پھر جب عبد اللہ بن عمر آئے تو (حضرت عمر سے) کہا گیا کہ یہ عبد اللہ بن عمر آگئے حضرت عمر نے کہا مجھے اٹھاؤ تو ایک شخص نے انھیں اپنے سے لگا کر بٹھا دیا پھر حضرت

شیعہ نکلے۔ یعنی عباد بن یعقوب[۱] ۔ علی بن عباس[۲] ۔ فضیل[۳] عطیہ[۴] ۔ ابو سعید[۵] اور ان کے بزرگ جو بانی اس روایت کے ہیں وہ ابو سعید کلبی ہیں جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے وہ حضرت علی کی موت کے بھی قائل نہیں بلکہ اُن کی رجعت کے معتقد ہیں۔

دوسری روایت جو بحار الانوار میں بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی میں بہ تفصیل اسناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر منتہی ہوتی ہے اوس کے آخر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو سعید کلبی ہیں جن کو غلطی سے یا دھوکے سے ابو سعید خدری سمجھا ہے۔ باقی اس سلسلے میں ایک یحیی بن یعلی ہیں ان کی نسبت تقریب میں ہے[۱] "یحیی بن یعلی الاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعۃ"[۱] اور تہذیب التہذیب میں ہے[۱] "یحیی بن یعلی الاسلمی ابو ذکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاعمش وعنہ جندل ابن والق

پاس گئے عمر نے گفتگو کرنا چاہا مگر ابوبکر نے
انھیں روک دیا اور عمر کہتے تھے کہ خدا
کی قسم میں نے یہ ارادہ اس سبب سے کیا تھا
کہ میں نے ایک ایسا کلام سوچا تھا کہ مجھے
بہت اچھا معلوم ہوا مجھے خوف تھا کہ ابو
بکر وہاں تک نہ پہنچیں گے بعد اس کے ابو
بکر نے کلام کیا تو انھوں نے ایسا کلام کیا
جیسے بہت بلیغ آدمی کلام کرتا ہے انھوں نے
اپنے کلام میں کہا کہ ہم امیر ہوں اور تم لوگ
وزیر ہو تو حباب بن منذر نے کہا کہ نہیں

عمر نے (عبداللہ بن عمر سے) کہا کہ تمھارے
پاس کیا خبر ہے انھوں نے کہا کہ اے امیر
المومنین وہی جو آپ چاہتے ہیں حضرت
عائشہ نے اجازت دیدی حضرت عمر نے
کہا کہ خدا کا شکر ہے میرے نزدیک کوئی
چیز اس سے زیادہ اہم نہ تھی پس جب میں
مرجاؤں تو مجھے اٹھانا اور پھر (حضرت
عائشہ کو) سلام کرنا اور کہنا کہ عمر بن خطاب
اجازت چاہتا ہے پس اگر وہ مجھے اجازت
دیدیں تو مجھے داخل کر دینا اور اگر وہ مجھے

وقیبۃ قال ابن معین لیس بشئی وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث " یحیٰی بن یعلی شیعی
ضعیف ہیں اور ابن معین کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہیں اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ ضعیف
الحدیث ہیں۔ باقی راویوں کی حقیقت موجودہ کتابوں میں نکلی اور نہ اُن کی تحقیق
کی ضرورت ہے اس لئے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہوں تاہم سلسلہ
روایت تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہیں اور آخر کے راوی جو بانی حدیث
ہیں اور جن کو ابو سعید خدری غلطی یا دھوکہ سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث
اور شیعی غالی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ سوائے اس کے یہ روایت جو
بحار الانوار میں لکھی ہے اس میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں کہ جس کی طرف رجوع کیجائے
کیا تعجب ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ روایت شیعوں ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے
یا صاحب مجمع البیان نے اپنے یہاں کی کتابوں سے نقل کیا ہو۔
تیسری روایت جو بحار الانوار میں سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے

خدا کی قسم ہم ایسا نکریں گے ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ ابوبکر نے کہا نہیں بلکہ ہم امیر ہوں اور تم وزیر ہو کیونکہ قریش تمام عرب میں باعتبار مکان کے عمدہ اور فضائل میں واضح تر ہیں پس تم عمر سے یا ابوعبیدہ بن جراح سے بیعت کرو تو عمر بولے کہ نہیں بلکہ ہم آپ سے بیعت کریں گے آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب میں بہتر اور ہم سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

واپس کردیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لیجانا اور اسکے بعد ام المومنین حفصہ آئیں اور اور عورتیں بھی انکے ہمراہ آئیں تو جب ہم نے انھیں دیکھا تو ہم لوگ اٹھ گئے اور وہ حضرت عمر کے پاس آئیں اور ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کے روئیں اور مردوں نے اجازت مانگی تو وہ اندر مکان کے چلی گئیں پھر ہم نے ان کے رونے کی آواز اندر سے سنی پھر لوگوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین

نقل کیا ہے اور انھوں نے تفسیر محمد بن عباس بن علی مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اس کی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہیں۔ منتہی المقال فی اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علما۔ اور مفسرین شیعہ میں سے ہیں جیسا کہ ان کے ترجمہ کتاب مذکور میں لکھا ہے "محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماہیار ابو عبداللہ البزاز المعروف بابن الجحام ثقة ثقة فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث له کتاب المقنع فی الفقه کتاب الدواجن کتاب ما نزل من القرآن فی اهل البیت وقال جماعة من اصحابنا انه کتاب لم یصنف فی معناه مثله وقیل انه الف ورقة خش صه الا ذکر الکتابین الاولین وفی ست اجزاء بکتبه ورواية جماعة من اصحابنا عن ابی محمد هارون بن موسی التلعکبری عنه اقول فی مشکا محمد بن عباس بن علی بن مروان الثقة عن التلعکبری" یعنی محمد بن عباس ثقہ ہیں۔ ہمارے اصحاب میں سے ہیں نہایت کثرت سے حدیثیں روایت کرتے ہیں

یہاں تک کہ بیر اریس میں پہنچا تو میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور دروازہ اس کا
چھواروں کی شاخوں کا تھا یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حاجت
پوری کی پھر آپ نے وضو کیا پھر آپ کے پاس گیا تو آپ بیر اریس پر بیٹھے تھے آپ
اس کے چبوترہ کے بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھولدی تھیں اور انکو
کنوئیں میں لٹکا دیا تھا پس میں نے آپ کو سلام کیا بعد اس کے میں لوٹ گیا اور دروازہ
پر بیٹھ گیا اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ آج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
دربان بنوں گا پھر ابوبکر آئے اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون
انھوں نے کہا ابوبکر میں نے کہا ٹھہریئے پھر میں گیا اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ
یہ ابوبکر ہیں اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا ان کو اجازت اور ان کو جنت کی
بشارت دو پس میں سامنے آیا یہاں تک کہ میں نے ابوبکر سے کہا کہ اندر آجایئے اور

ابوسعید تک پہنچتا ہے اور خیریت ہے اس میں خدری کا لفظ بھی نہیں ہے یہ بات
ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ وہی ابوسعید کلبی ہیں۔
دوسری وہ روایت ہے جو ثمالا الاسلام میں تفسیر منثور سیوطی سے اور طعن الرماح
میں تفسیر مذکورہ اور نیز بزار اور ابویعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلاحوالہ
سند نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوسعید خدری سے روایت منقول ہے۔ اس روایت
کا سلسلہ اگرچہ منقول نہیں ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ
ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی۔ اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی
ایک تالیف میں اس کی اسناد بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں حدثنا عباد بن
یعقوب حدثنا ابویحیی التیمی حدثنا فضیل ابن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخ
اس میں بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہیں ہے اور جس سے تصدیق اس بات
کی ہوتی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابوسعید کلبی ہیں اور عطیہ انہیں سے روایت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپکو جنت کی بشارت دیتے ہیں چنانچہ ابو بکر اندر آئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب آپکے ساتھ چبوترہ پر بیٹھ گئے۔ اور انھوں نے بھی اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا دئے جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور انھوں نے بھی اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ پھر میں لوٹ گیا اور بیٹھ گیا اور میں نے (گھر میں) اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑا تھا اور وہ میرے ساتھ آنے والا تھا تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر اللہ فلاں شخص (یعنی میرے بھائی) کے ساتھ نیکی کرنا چاہے تو اُسے بھی لے آئے پس یکایک (کیا دیکھتا ہوں کہ) ایک آدمی دروازہ ہلا رہا ہے میں نے پوچھا کون اُس نے کہا عمر بن خطاب میں نے کہا ٹھہرئے پھر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپکو سلام کیا اور کہا کہ یہ عمر بن خطاب ہیں اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا انہیں اجازت دو اور انھیں جنت کی بشارت دو پس میں گیا میں نے کہا کہ اندر آجائیے اور

کرتے ہیں اور سوائے ابو یحییٰ تیمی سب راوی اس کے شیعی ہیں جنکی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی۔ اور ابو یحییٰ تیمی کی نسبت تہذیب میں لکھا ہے "ضعفہ ابو حاتم" کہ یہ بھی ضعفا میں سے ہیں غرضکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہیں ہے بلکہ وہی ابو سعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہیں کہ مامون کے پہنچنے پر ہبۂ فدک کے متعلق عبید اللہ بن موسیٰ نے وہ حدیث لکھ بھیجی جسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت از سرتاپا شیعوں کی روایت ہے۔ ابتدا بھی اس کی شیعی سے اور انتہا بھی اس کی شیعی پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ روایت عبد الرحمن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے ان کی نسبت میزان الاعتدال ذہبی میں لکھا ہے "عبد الرحمن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد والف کتابا فی مثالب الصحابۃ رجل سوء وقال ابن عدی احترق

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو جنت کی بشارت دی ہو چنانچہ وہ اندر آئے اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چبوترہ پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور انھوں نے بھی اپنے
دونوں پیر کنوئیں میں لٹکا دیئے بعد اسکے میں لوٹ گیا اور بیٹھ گیا پھر میں نے (اپنے دل میں)
کہا کہ اگر اللہ فلاں شخص کے ساتھ نیکی کرنا چاہے تو اسے لے آئے چنانچہ ایک شخص آیا اور دروازہ
کو کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون اس نے کہا عثمان بن عفان میں نے کہا ٹھیریئے اور میں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ انھیں اجازت دو اور انھیں جنت
کی بشارت دو ایک مصیبت پر جو انھیں پہنچے گی۔ چنانچہ میں گیا اور میں نے ان سے کہا کہ
اندر آجائیے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو جنت کی بشارت دی ہے ایک مصیبت
پر جو آپکو پہنچے گی پس وہ اندر آئے اور انھوں نے چبوترہ کو دیکھا کہ بھر گیا ہے پس وہ اس کے
سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے شریک کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب کہتے تھے میں نے اسکی تاویل انکی قبروں سے لی

بالتشیع مات سنۃ خمس وثلاثین ومائتین" اور تقریب میں ان کی نسبت لکھا ہے
"عبد الرحمن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع رتحال ابو داؤد وجمع
مثالب فی الصحابۃ" کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع میں غرق تھے
یہاں تک کہ معائب اور مطاعن میں حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر ان سے
کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کریں۔ اور بالفرض اگر یہ سنی بھی ہوتے تو چونکہ
جس قصہ کو یہ بیان کرتے ہیں بشرط صحت اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماموں کو جو جواب
عبید اللہ ابن موسیٰ نے لکھا اس میں وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور
عطیہ سے منقول ہے۔ اور ان حضرات کا حال ہم اوپر بتفصیل بیان کر چکے۔ اس لئے
وہ روایت قابل سند ہے۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق میں واقدی اور بشر بن الولید اور
بشر بن غیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالباً یہ بھی وہی روایت ابو سعید

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایکبار) احد (پہاڑ) پر چڑھے اور ابوبکر و عمر و عثمان (بھی) پس وہ پتھر ان کے ساتھ ہلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے احد ٹھیر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ میں (خواب کے اندر) ایک کنوئیں کے اوپر ہوں اس سے پانی نکال رہا تھا ابوبکر اور عمر میرے پاس آئے اور ابوبکر نے ڈول لیلیا انھوں نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور اُن کے نکالنے میں کمزوری تھی اور اللہ انھیں معاف کرے پھر اُس کو عمر بن خطاب نے ابوبکر کے ہاتھ سے لے لیا پھر وہ ڈول انکے ہاتھ میں چرس بن گیا پس ہم نے لوگوں میں سے کسی زور آور کو نہیں دیکھا کہ وہ ایسا کام کرتا ہو چنانچہ اُنھوں نے پانی بھرا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہوگئے۔

اور خطبہ اور تفصیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث نے طرائف اور احقاق الحق میں بیان کیا ہے۔ اسلئے اس کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ واقدی اُن بزرگوار مصنفوں میں ہیں کہ ان کی کتابیں نہ صرف ضعیف روایتوں بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبروں سے بھری ہوئی ہیں اور اُن کی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے۔ اور بشر بن غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہاں تک کہ اُن کو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے اول واقدی کا حال سنئے ان کی نسبت تقریب میں لکھا ہے "محمد بن واقدی المدنی القاضی نزیل البغداد متروک مع سعۃ علمہ" کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونے کے متروک ہیں۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی انکی نسبت لکھتے ہیں "محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ البحر لم اسق ترجمتہ ہنا لاتفاقہم علی ترک حدیثہ وہو من اوعیۃ العلم لکنہ لایتقن الحدیث وہو راس فی المغازی والسیر ویروی عن کل ضرب" یعنے واقدی بڑے

مدینہ سے واپس آگئے حضور نے ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ سے نکاح کیا اب آپ کی
نو ازواج مطہرات ہو گئیں۔ اسی اثناء میں بعض روایتوں میں اس بات کا ذکر
ہے کہ حضور انور پر ایک یہودن نے جادو کیا حالانکہ یہ سب قصے کہانیاں ہیں ایسی
مقدس اور مطہر ذات پر اس قسم کے خیالات کرنا خلاف ادب ہے۔

چوتھا باب

مکہ کا حج

۷ھ ہجری۔ مطابق ۶۲۹ء

خیبر سے واپس ہونے کے بعد حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم سرما
کا بقیہ حصہ مدینہ میں گزارا۔ اس عرصہ میں پانچ یا چھ مہمیں مختلف مسلمان

ہیں ان کے ترجمے کو یہاں اس لئے نہیں لکھا کہ محدثین نے ان کے متروک الحدیث
ہونے پر اتفاق کیا ہے اگرچہ زبردست عالم ہیں لیکن حدیث میں احتیاط نہیں کرتے۔
مغازی اور سیر خوب جانتے ہیں مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہیں۔ اور
تہذیب التہذیب میں بھی یہی ان کی صفت لکھی ہے اور پھر لکھا ہے "قال البخاری
متروک"۔ اور تہذیب میں ہے "وقال احمد ہو کذاب وقال ابن معین ہو ضعیف"
اور میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے "محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی
صاحب التصانیف واحد اوعیۃ العلم علی ضعفہ وحکی ان ابن ماجۃ الجرح
علی عمر ونحوہ او قال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ یکتب حدیثہ وقال
البخاری وابوحاتم ترک وقال ابوحاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال
ابن عدی احادیثہ غیر محفوظۃ والبلاء منہ رقال ابوغالب بن بنت معاویۃ
بن عمر وسمعت ابن المدینی یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابوداؤد

سرداروں کی ماتحتی میں ادہر اُدہر روانہ کی گئیں۔ انہوں نے چھوٹے چھوٹے
قبائل کو زیر کیا اور انھیں شکستیں دیں مگر سپاہی تاریخ میں حاصل نہیں ہوئے شعبان
پانو مہر میں تین مہمیں پاسرے روانہ کئے۔ تیس آدمی حضرت عمر کی ماتحتی میں ہی ہوازن
کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے مگر وہ بنی وائے ادہر ادہر بھاگ کر چلے گئے اس لیے
کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ پھر حضرت صدیق اکبر کی ماتحتی میں ایک بڑی فوج بنی
کلاب کی سرکوبی کے لئے بخد روانہ ہوئی۔ حضرت صدیق کو کامل فتح حاصل ہوئی جنگ
میں بہت سے مارے گئے اور بہت سے قید کر لئے گئے۔ پھر بشیر کی ماتحتی میں تیس
مسلمان سپاہی فدک کے قریب جوار میں روانہ کئے گئے بشیر نے مفسدوں کے اونٹ
اور بکرے پکڑ لیے جب وہ واپس آتے تھے تو قبائل نے اُن پر حملہ کیا ان کے ساتھی
قتل ہوئے اور خود مجروح ہو کر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

لمعنی ان علی بن المدینی قال کان الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب
وقال المغیرة بن محمد المهلبی سمعت ابن المدینی یقول الہیثم ابن عدی اوثق
عندی من الواقدی لا ارضاہ فی الحدیث ولا فی الانساب ولا فی شئی قلت
وقد سبق جملة من اخبار الواقدی وجودہ غیر ذالک فی تاریخی الکبیر ومات
وہو علی القضاء سنة سبع ومائتین فی ذی الحجة واستقر الاجماع علی وہن الواقدی
ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے اور بڑے صاحب تصنیف
مگر بالکل نامعتبر یہاں تک کہ اُن کی وہن اور متروک الحدیث ہونے پر سب متفق
ہیں اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہوسکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور
تیس ہزار حدیث غریب ان سے منقول ہیں۔ ان کی روایت کا اندازہ اس سے
بخوبی ہوسکتا ہے کہ معتبر مفسرین ان کی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے
تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اس کی مفسر نے کلبی سے

رمضان کے مہینہ میں ایک سو تیس مسلمانوں کی فوج حدودِ نجد میں روانہ کی گئی۔ خوب
لڑائی مفسدوں کے اونٹ اور گلے پکڑ لئے گئے اور وہ اپنے مقامات سے نکال
دیئے گئے۔ حضرت زید کے بیٹے اسامہ کے ہاتھ سے بھولے سے ایک شخص قتل ہو گیا جو مسلمان
تھا۔ ماہ شوال یا ذوالحجہ سنہ ۷ھ میں وادی القریٰ کے حدود میں ایک مہم
روانہ کی گئی۔ سرکش قبائل مسلمانوں کی آمد کے پہلے ہی سے بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں
نے بہت سے اونٹ اور بہت سے ریوڑ بھیڑ بکریوں کے پکڑ لئے۔ اب وہ وقت
آگیا کہ حضور انور حدیبیہ کے معاہدہ کے مطابق مکہ جائیں اور عمرہ کریں گزشتہ
سال جنہیں عمرہ نصیب نہ ہوا تھا وہ بھی حضور انور کے ہمرکاب ہو گئے۔ اس طرح
گویا پورے دو ہزار آدمی کی تعداد ہو گئی معاہدہ کے مطابق ہر مسلمان کے پاس
صرف ایک تلوار تھی مگر اس خوف سے مبادا قریش دغابازی اور فریب سے حملہ کر بیٹھیں

واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر میں نہیں لیا اس لئے کہ یہ لوگ ضعیف اور غیر معتبر
تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضوں نے بیان کیا ہے کہ
اس کے نام سے جو کتابیں مشہور ہیں وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ابو اسحاق
مدنی کی ہیں جو کہ رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہیں ان کی کتابوں کو واقدی نے
نقل کیا اور اپنے نام سے اسے مشہور کیا اس لئے اس کی کتابیں درحقیقت شیعوں
کی کتابیں سمجھنا چاہئیں جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء الرجال میں جو معتبر کتابوں
میں سے شیعوں کی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل میں لکھا ہے "کما یقول ابراہیم
بن محمد بن ابی یحییٰ ابو اسحاق مولیٰ اسلم المدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ کان
خصیصا والعامۃ لہذہ العلۃ تضعفہ وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین ان
کتب الواقدی سائرہا انما ہی کتب ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ نقلہا الواقدی وادعاہ
وفی فہرست الشیخ۔ ابن محمد بن یحییٰ ابو اسحاق مولیٰ اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی

کل دیگر سامان حرب علیحدہ ۵ اُونٹوں پر لدا ہوا تھا مسلمہ کا بیٹا محمد سو سواروں کے
ساتھ آگے آگے جا رہا تھا اور ساٹھ اُونٹ قربانی کے لئے علیحدہ اس کے ساتھ تھے
مرادالظہران پہنچکر حضور انور نے کل سامان حرب کو ایک پہاڑی پر پہنچا دیا۔
جہاں یہ مکہ کے حدود کے باہر رکھا رہا۔ اس کی نگرانی میں دو سو مسلح زبردست جوان
مقرر کیے گئے۔ اور باقی حج کے لئے کعبہ کی طرف روانہ ہوئے اور قربانی کے اُونٹ مکہ
کے قریب مشہور مقام ذی طوی میں روانہ کر دیئے گئے۔ جب قریشیوں نے حضور انور
کے آنے کی خبر سنی تو وہ مکہ کے قریب کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور انھوں نے نہایت
ہی حیرت اور تعجب سے اُن لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا جو کہ مظالم سے اپنا وطن
چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے یا جنہیں وہ مکہ سے نکال چکے تھے انھوں نے شمالی وادی
کی طرف ایک عجیب نظارہ دیکھا مسلمانوں کی ایک فوج نظر پڑی جسکے سرکردہ حضور انور
تھے

عبداللہ وکان خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذالک ذکر یعقوب بن سفیان فی
تاریخہ فی اسباب تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمعہ یقال من الاولین وذکر بعض ثقات
العامۃ ان کتب الواقدی سائرہا انما ہی کتب ابراہیم بن محمد بن یحییٰ نقلھا الواقدی
وادعاہا وذکر بعض اصحابنا ان لہ کتابا سماہ فی الحلال والحرام عن ابی عبداللہ
الحسین بن محمد الاندی الی قولہ وما مر من ان العامۃ تضعفہ لذالک واشہد لہ ما عن
صاحب میزان الاعتدال وہو کذاب رافضی۔ (دیکھو صفحہ ۵ منتہی المقال مطبوعہ
ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت میں پیش کرنا اور اس سے ایسے معرکۃ الآراء
بحثوں میں استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب میں
حضرات امامیہ کو نہیں ملی اور ملے کیونکر جبکہ اسکا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جبکہ واقدی کی
کتابوں کی نسبت یہ مانا جاوے کہ اس نے ابراہیم بن محمد بن یحییٰ کی کتابوں کو نقل کرکے اپنے نام
مشہور کیا تو پھر یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابیں اصل میں شیعوں کی ہیں۔

آپ ناقہ قصویٰ پر سوار ہیں۔ عبداللہ بن رواحہ قبیلہ بنی خزرج کا سردار حضور انور کی ناقہ کی نکیل پکڑے ہوئے آگے آگے جا رہا ہے۔ آپ کے گرد و پیش آپ کے یار غار اور آپ کے ساتھی ہجوم کئے ہوئے ہیں اور اس کے بعد ایک بڑی طولانی قطار شتر سواروں کی اور پھر پیادوں کی نظر آ رہی ہے جس سے ایک دبدبہ پایا جاتا ہے۔ سات برس گزرنے کے بعد آج مہاجرین کو یہ دن نصیب ہوا کہ وہ اپنے مالوف وطن کو نہایت پرشوق نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اپنے پاک معبد کی طرف ان کی مقدس نظریں اٹھ رہی ہیں وہ نہایت تیز شوق بھری اور جوشیلے قدموں کے ساتھ کعبہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ان کی لبیک لبیک کی صداؤں سے تمام دشت و جبل گونج اٹھے ہیں۔ اس شان و شوکت اور نہایت خلوص اور پاک دل سے حضور انور کعبہ کے قریب پہنچے آپ نے سنگ اسود کو مس کیا اسیطرح

بشر بن غیاث کا بھی حال سنئے۔ میزان الاعتدال میں ان کی نسبت لکھا ہے۔ "بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنہ وقال ابوالنضر ہاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یہودیا قصابا صباغا فی سویقۃ نصر بن مالک وقال المروزی سمعت ابا عبداللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یہودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لا تنتہی او تفسد خشبۃ یعنی تصلب قال قتیبۃ بن سعید بشر المریسی کافر وقال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اہل العلم قولہم فیہ وکفرہ اکثرہم لاجلہا قال ابو زرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق" کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے اس لائق نہیں کہ اس سے روایت کی جاوے۔ ابو نضر ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار میں تھا اور مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس میں استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز

آپ کے ساتھیوں نے آپ کی تقلید کی۔ پھر آپ نے سات بار اس پاک گھر کا طواف کیا۔ آپکے ہمرکابوں نے بھی طواف میں اسی طرح آپ کی تقلید کی۔ آپنے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ سینہ تان کر چلیں اس لئے کہ قریشوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ مدینہ کی خراب آب و ہوا اور ملیریا نے اصحاب محمدؐ کو ضعیف کر دیا ہے۔ عبداللہ بن رواحہ جو حضور انور کی آونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا رجزیہ اشعار بڑے جوش سے پڑھنے لگا مگر حضرت فاروق اعظم نے اسے ٹوکا اور کہا کہ اس قسم کے اشعار پڑھنے معاہدہ کے خلاف ہیں حضور انور نے فاروق اعظم کی تائید کی اور ارشاد فرمایا کہ صرف یہ پڑھنا کافی ہے لا الہ الا اللہ۔ عبداللہ نے تعمیل حکم کی اور پھر چاروں طرف سے لا الہ الا اللہ کی آواز بلند ہونے لگیں پھر حضور انور صفا پہاڑی پر چلے گئے۔ پھر وہاں سے مروہ پر۔ اور حسب دستور

: آئے گا کیا سونے کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی بھولی دیدیں گے اگر تو باز نہ آئے گا۔ اور قتیبہ بن سعد کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہیں کہ اس سے برے اقوال منقول ہیں جنکی وجہ سے علما نے اسکو کافر کہا ہے۔ اور ابو زرعہ رازی کہتے ہیں کہ زندیق تھا۔

پانچویں روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام میں نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہمکو تعجب ہے کہ جناب مجتہد امام مولینا سید دلدار علی صاحب محقق اور متبحر عالم اسے سند میں پیش کرتے ہیں۔ معارج النبوت کا حال فارسی کی پڑھنے والے طالبعلم تک جانتے ہیں کہ مولود کے رسالوں سے بڑھکر کوئی قدر اور قیمت اسکی علما کے نزدیک نہیں ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لئے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اسکی وقعت نہیں ہے۔ یہ اس قسم کے مورخین میں سے ہیں کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لئے جو خشک و تر ایندھن ان کو

سات بار آپ چڑھے - اور اترے اور جب یہ دستور پورا ہو چکا تو مروہ پر قربانی
کے لئے اونٹ لائے گئے - حضور نے بآواز بلند ارشاد کیا کہ یہی مقام قربانی کا ہے
پھر آپ نے اپنا سر منڈوا ڈالا اور اس طرح عمرۃ القضا کی تکمیل ہوئی - پھر
آپ نے اس گارد کو جو ہتیاروں کی حفاظت کر رہا تھا کعبہ میں حج کے لئے بھیجا -
دوسرے دن حضور انور علی الصباح کعبہ میں گئے اور ظہر تک مقیم رہے جب
دستور جب ظہر کا وقت آیا تو بلال نے ایک بلند مقام پر چڑھ کر اذان دی - اذان
سنتے ہی کل مسلمان نماز کے لئے آگئے اور نہایت ہی خضوع اور خشوع، پاک جذبات
اور مقدس شوق کے ساتھ حضور انور کی امامت میں نماز ظہر پڑھی -
جب تک حضور انور مکہ میں رہے آپ کسی گھر میں داخل نہیں ہوئے - آپ نے اپنے اور
اپنے آدمیوں کے لئے خیمے نصب کرائے تھے اور کعبہ کے جنوب میں ہر طرف خیمے ہی خیمے

ملا اسے کام میں لائے اور سامعین کے متعجب اور مسرور اور محظوظ کرنے کے لئے
اسے عمدہ الفاظ میں بیان کیا - مگر اسکو آجتک کسی نے اس قابل نہیں سمجھا ہے کہ
اس سے کوئی سند پیش کی جائے وہ سوائے رسالوں مولود کے کسی بحث میں آجتک
اس سے کوئی سند پیش کی گئی لہذا اسمیں مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی
روایت سے استدلال کرنا شان علما سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور
اس کا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید
تھا کیونکہ خود اس میں اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ
اشارہ موجود ہے - وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات
کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت
کو جو اس روایت کے منافی ہے واقعہ قرار دیا ہے - وجہ دوم صاحب معارج نے
اس روایت کو وضعاً موخر اور اس کے منافی روایت کو وضعاً مقدم کیا ہے -

نظر آتے تھے۔ غرض معاہدہ کے مطابق تین دن کامل آپ کو گزر گئے چوتھے روز قریشیوں کے سردار سہیل بن عمرو اور خویطب بن عبد العزیٰ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ معاہدہ کے مطابق تین دن گزر چکے اب آپ اسی وقت یہاں سے چلے جائے۔ حضور نے اس تلخ آمیز درخواست کا جواب نہایت خندہ پیشانی اور نرم زبانی سے یہ دیا "میرے یہاں رہنے سے جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تمہیں کچھ نقصان نہیں ہے۔ ایک آدھ روز مجھے اور ٹھیر جانے دو تم میرے بھائی ہو میں اتنے عرصہ کے بعد اپنے بھائیوں کے درمیان اپنے آپ کو دیکھتا ہوں میری دلی خواہش ہے کہ میں تمہاری ایک پرشان دعوت کردوں لہذا تم میری دعوت کو قبول کرو۔ اور مجھے ایک آدھ دن ٹھیر جانے دو اس پر از اخلاق گفتگو کا جواب اُنھوں نے نہایت ہی سختی سے دیا اور کہا کہ ہم

وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے اور اس کے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصی لکھا ہے۔

وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان واقعہ و بدون حوالہ بلفظ لیفے گویند نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اس کی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے۔ پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونے کی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے لہذا معارج معہ اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونے کی تقدیر پر بھی اس میں موجود ہے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا وہ اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کی نسبت کچھ بھی لکھیں بجز اس کے کہ اس کو علما کی شان سے بعید سمجھیں۔

ہم نے تمام روایتوں کی حقیقت بیان کر دی اور سب راویوں کا حال لکھ دیا۔ اور

دعوت نہیں چاہتے۔ آپ اسی وقت یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ جب یہ انقطاعی جواب حضور انور نے سنا تو آپ نے فوراً کوچ کا حکم دیدیا اور یہ حکم تھا کہ شام تک ایک مسلمان بھی مکہ کے قرب و جوار میں باقی نہ رہے۔ رستہ میں آپ نے میمونہ سے نکاح کیا جن کی عمر اسوقت پچاس برس کی تھی میمونہ زندہ رہیں مقام سرف میں نکاح ہوا اور وہیں آپ مدفون ہیں حضور انور کا یہ آخری نکاح تھا۔ حضور انور کے ہمراہ میمونہ کی بہن سلمہ جو امیر حمزہ کی بیوہ تھیں مدینہ آگئیں میمونہ کی دوسری بہن خالد بن ولید مشہور جنگجو کی والدہ تھیں میمونہ کے نکاح ہونے کے ایک عرصہ کے بعد خالد مدینہ آئے اپنی خالہ کے گھر قیام کیا اور بعد خالد مسلمان ہوئے۔ دو اور شخصوں نے خالد کی پیروی کی

شافی کے تصنیف ہونے کے زمانے سے اب تک جسکو نوسو برس ہوئے جتنی روایتیں ہو سکتے تائید میں پیش کی گئی تھیں ان سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم بریدہ مختصم مادہ پیدا ایدان روایتوں پر ثابت کردی اس لئے کہ ان تمام روایتوں کا سلسلہ ابوسعید کلبی تک پہنچتا ہے اور اس کی روایت بسبب ان عیبوں کے جو اس میں تھے ہرگز قابل لحاظ نہیں اور باوجود اس کے کہ یہ ایسا ہی ماخذ سے لی گئی ہے ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضی علم الہدی اور جناب مولانا دلدار علی صاحب سے محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ دعا النبی فاطمہ فاعطاہا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ" کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں ہے کہ سید مرتضی ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نہ فرمایا اور صرف اس روایت کو جو باعتبار شیعوں میں مشہور تھی اور جس کا ذکر قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب

ایک اس کے دوست عمرو بن العاص تھے جو کہ ایک بہت بڑا شاعر اور نہ بہت
شخص تھا۔ قریش اسے اپنا سرتاج سمجھتے تھے اور قریشوں ہی نے اسے اپنا ایلچی
بنا کر حبش بھیجا تھا۔ اور دوسرا عثمان بن طلحہ تھا یہ بھی سردار تھا کعبہ کی کنجیاں
اس کے پاس رہتی تھیں جوقت حضور انور کعبہ میں تشریف لائے ہیں تو اس نے
معاہدہ کے مطابق کنجیاں حضور انور کی خدمت میں پیش کر دیں اور جب حضور
کی عبادت خضوع اور خشوع کے ساتھ دیکھی تو اسکا دل کھل گیا اور وہ بائل
باسلام ہو گیا۔ عمرو بن العاص فاتح مصر کے مسلمان ہونیکی کیفیت ہشامی نے یہ لکھی
ہے کہ جب قریشیوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو عمرو بن العاص قریشوں کی ایک
جماعت لیکر حبش روانہ ہوا۔ اور تحفہ میں نفیس چمڑہ شاہ حبش کے لئے لے گیا
مطلب فقط یہ تھا کہ اس بات کا انتظار کرے کہ میدان کس کے ہاتھ رہتا ہے

مغنی میں کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہیں کافی سمجھکر اپنی طرف سے صرف یہ لکھدیں
کہ اور مختلف طریقوں سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور پھر کیا اس سے کم
بات تعجب کرنے والی ہے کہ علم الہدیٰ کے زمانہ سے لیکر اب تک باوجودیکہ ہزاروں
عالم اس مدت میں گزرے اور سینکڑوں کتابیں اس بحث میں لکھی گئیں اور
بڑے بڑے دعوے کئے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور دردانگیز تقریروں میں
یہ دعویٰ بیان کیا گیا اور علماء شیعہ نے سینہ اہل سنت کی ساری کتابیں چھان ڈالیں
[illegible] چھوڑا نہ تفسیر نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت
بھی اس دعوے کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں سے پیش نہ کر سکے اور یہ تمنا
اپنے ساتھ قبر میں لیگئے۔ اگرچہ نامور علماء اور مشہور متکلمین جنکے علم و فضل کا
غلغلہ آسمان تک پہنچا اور جنہوں نے اپنے گروہ میں سینوں پر فتح و ظفر حاصل
کرنے کی خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریریں کرنے اور زور قلم دکھانے کے

ہ انتظار کر رہا تھا۔ کہ سنہ ہجری میں حضور انور کا ایک قاصد شاہ حبش کے
پاس پہنچا اس قاصد کو دیکھتے ہی عمرو بن العاص نے چاہا کہ تلوار سے گردن اڑا
دے اسپر شاہ حبش بہت چیں بجبیں ہوا اور اس نے نہایت زور سے یہ کہا کہ
عمرو تجھے اسلام قبول کرنا پڑے گا۔ چنانچہ عمرو نے پوشیدہ طور سے شاہ حبش کے
ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا (ہشامی صفحہ ۳۰۸)

بہرحال خالد عمرو اور عثمان ان تینوں کے مسلمان ہونے سے ایک زبردست
دھاک حضور انور کی مکہ میں بیٹھ گئی اور اب ایک قوت آپ کی وہاں محسوس
ہونے لگی اسلام کی پسندیدگی رَو کی طرح سے اہل مکہ کے دلوں میں دوڑتی جاتی
تھی مسلمان ہونے کی لگن سب کے دلوں میں لگ گئی تھی۔ طبائع رجوع ہو چلی
تھیں اور جوق جوق لوگ مکہ سے مدینہ مسلمان ہونے کے لئے چلے آرہے تھے

ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے
اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ
موزوں ہوتا۔ مگر ایسا نہ کرنے سے خود انھوں نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی
روایت ایسی موجود نہیں ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلہ میں صحیح اور قابل
اعتبار قرار دیکر پیش کر سکتے۔ شافی۔ اور کشف الحق۔ اور طرائف۔ اور بحار الانوار
اور عماد الاسلام۔ اور طعن الرماح۔ اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین
سوا اسکے اور کچھ نہ کر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی
روایت کلبی سے پائی اور آئندہ مشہور کی تھی اسی کو پیش کرتے اور اوسی سے
استدلال کرتے۔ اور ہم نہ صرف پچھلے لوگوں پر کسی حدیث صحیح کے پیش نہ کرنے کا
الزام دیتے ہیں بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہیں اور ہندوستان اور ایران
اور لکھنؤ اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعوں کو مقابلہ پر بلاتے اور کہتے ہیں کہ

عمرۃ القضا کی وجہ سے حضور انور نے اسلام کے اثر کو اہل مکہ میں دیکھ لیا
اور اسباب کو آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ مکہ والے جولائی اور خونریز لڑائیوں
سے تھک چکے ہیں۔ صلح پسندوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ قریشیوں میں ممتاز
سرداروں کا نام و نشان نہ رہا تھا ایک جھٹکا ہوا کے رخ کو ادھر ادھر کو
پھیرنے کو کافی ہے۔ یعنی مکہ پر ایک دلیرانہ حملہ ہمیشہ کے لئے مکہ کی قسمت کو
اسلام کے ساتھ وابستہ کرنے کو بس تھا۔

اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جس کے بانی
اور راوی شیعہ نہ ہوں اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو۔ " فان لم تفعلوا
ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین "
چونکہ اب ہم اچھی طرح اُن روایتوں کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتاب
سے شیعوں نے پیش کی تھیں، اب ہم اُن تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہیں
جو خود شیعوں کی روایتوں میں ہے اور جس سے اُن کا دعویٰ خود اُن
ہاں کی روایتوں سے ثابت نہیں ہوتا۔

پانچواں باب ۵

جنگ موتہ

۸ ہجری کے پہلے آٹھ مہینے کے حالات

مطابق ۶۲۹ء

موسم گرما میں چند جنگی مہمیں اِدہر اُدہر روانہ کی گئیں جن میں سے بعض کا انجام
خطرناک ہوا مدینہ میں واپس آنے کے ایک مہینہ کے بعد حضور انور نے
پچاس آدمیوں کی ایک جماعت بنی سلیم کے پاس محض اس غرض سے روانہ کی
کہ انھیں تبلیغ اسلام کی جائے انھوں نے مسلمانوں کا غلط خیال سمجھ کے بغیر

ہبۂ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اُن حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جسمیں فدک کے
دیئے جانے کا ذکر ہو۔ بعد اس کے اس کا تناقض اور اختلاف بیان کریں گے۔

(۱) جب آیہ "وآت ذا القربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ فاطمہ کو بلاوو وہ
بلائی گئیں آپ نے کہا اے فاطمہ فدک اُن میں سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی۔
اور وہ خاص میرا ہے مسلمانوں کا اس میں کچھ حق نہیں ہے اور میں وہ تمہیں دیتا
ہوں اس لئے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے
لئے لو۔ (بحار الانوار کتاب الفتن باب نزول الایات فی امر فدک صفحہ ۸۹
مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں امام جعفر صادق سے مروی
ہے یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ میں اپنے
ہمراہیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ اے
محمد اٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوئے اور جبرئیل آپ کے ساتھ تھے

کچھہ پوچھے گچھے اُن پر تیر برسانے شروع کئے مسلمانوں کو جنگ کا خیال مطلق نہ تھا اور نہ وہ جنگ کے لئے تیار تھے۔ قبیلہ والے تیر برساتے برساتے ایک بڑی جماعت کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کا سرکردہ بہت مشکل سے اپنی جان بچاکر مدینہ واپس آیا۔

اس خطرناک فعل کے بعد بنی سلیم کی آنکھیں کھلیں اور دوسرے سال انھوں نے اپنے قاصد اپنی اطاعت کا یقین دلانے کے لئے حضور انور کی خدمت میں بھیجے اسکے دو تین مہینے کے بعد دوسرے قبیلہ بنی لیث کی طرف مہم روانہ کی گئی قبیلہ اپنے مقام کو چھوڑکر بھاگ گیا مسلمانوں کو اس قبیلہ کے بہت سے اونٹ ہاتھ لگے مگر قبیلہ والوں نے یکایک غفلت میں عقب سے اُن پر حملہ کیا اور مسلمان اپنی خوش تدبیری سے اسوقت اگر پہلو نہ بچا جاتے تو سب قتل ہوتے

زمین آپ کے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جس طرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک میں پہنچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کے دروازے بند کرلئے اور کنجیاں ایک بڑھیا کو دیدیں۔ جبریل نے اس سے کنجیاں لیکر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہوکر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اس وقت جبریل نے کہا کہ "یا محمد ہذا ما خصک اللہ بہ واعطاکہ دون الناس" یہ وہ ہے جسے خدا نے آپ کے لئے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اس میں آپ کا شریک نہیں۔ پھر جبرئیل نے دروازے شہر کے بند کردئے اور کنجیاں آپ کے حوالے کیں۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو فاطمہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں" وانہ قد کان لامک خدیجۃ علی ابیک مہروان اباک قد جعلہا لہ بذلک وانحلتکہا لک ولولدک بعدک کہ تمہاری

پھر ایک چھوٹا سا گروہ موسم سرما میں فدک روانہ کیا گیا۔ یہودیوں کے ایک
قبیلہ نے نہایت دغابازی سے اسکو قتل کردیا حضور انور نے انتقام لینے کے
لئے دو سو جنگجو اس قبیلہ کی طرف روانہ کئے اس اسلامی دستہ نے اس قبیلہ
یہود کو پارہ پارہ کردیا اور ان کے مویشی پکڑ لائے۔
اس کے بعد بہت جلد پندرہ آدمیوں کی ایک جماعت حدود شام میں روانہ کیگئی
وہاں لوگوں نے بہت بڑی جماعت کو دیکھا اور انھیں اسلام کی طرف بلایا۔
شامیوں نے اسکا جواب تیروں سے دیا۔ مٹھی بھر مسلمان نہایت شجاعت سے
قدم جما کے لڑے مگر پارہ پارہ کردیئے گئے۔ ایک شخص صرف بچا اس نے حضور
انور سے یہ دردناک کہانی آکے بیان کی۔ حضور انور کو یہ سنکے بہت ہی رنج
ہوا آپنے ایک زبردست مہم انتقام لینے کے لئے تیار کی مگر جب آپنے یہ سنا کہ

ماں کا مہر تمہارے باپ پر واجب الادا ہے اس میں تمہیں اور بعد تمہارے
تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہوں۔ پھر حضرت علی کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے
لئے لکھ دو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کی طرف سے علی نے لکھا۔ اور اس پر
حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس
آئے اور ان کو چوبیس ہزار دینار سالانہ پہ اس کا اجارہ دیدیا گیا۔
(بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۰)
(۳) تیسری روایت میں بعد بیان اس امر کے کہ کس طرح فدک آنحضرت صلعم کے
قبضہ میں آیا۔ لکھا ہے کہ آیہ "وآت ذا القربی حقہ" نازل ہوئی تو آپنے پوچھا
کہ وہ کیا ہے اسوقت جبرئیل نے فرمایا" اعطہ فاطمۃ فدکا وہی من کان میراثہا
من امہا خدیجۃ ومن اختہا ہند بنت ابی ہالہ" کہ فاطمہ کو فدک دیدیجے کہ وہ
ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔

شامی بھاگ گئے اور اُن کے مقامات ویران پڑے ہیں تو آپ نے مہم بھیجنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ حدود شام میں اس چھوٹی سی مہم بھیجنے کا سبب سوائے اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ وہاں تبلیغ اسلام کی جائے اور وہاں کے حالات معلوم کئے جائیں۔ مگر سوائے چند مسلمانوں کی بربادی کے اور کوئی نتیجہ اس مہم سے حاصل نہیں ہوئی ہے۔

جنگ موتہ

اس لڑائی کا اصلی سبب یہ ہے کہ حضور انور نے حارث ابن عمیر کے ہاتھ ایک خط شرجیل بن عمرو غسانی کو جو شرقی شہنشاہ یعنی قیصر روم کی طرف سے بصرہ کا وزیر اعظم تھا بھیجا اس نے مقام موتہ میں جبکہ وہ شکار کے لئے وہاں آیا ہوا تھا حضور انور کے قاصد کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ حضور انور کو اس

پھر آپ نے جو کچھ اس میں سے مال لیا تھا اسکو لیکر فاطمہ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر دی۔ فاطمہ نے جواب دیا کہ میں آپکی زندگی میں کوئی نئی کارروائی نہ کروں گی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تمپر عار رکھکر اسکو میرے بعد تم سے چھین لیں اور تم کو نہ دیں۔ فاطمہ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔ آپ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے اور پھر اسکی آمد میں تفریق کر دی اور ہر سال ایسا ہی کرتے کہ فاطمہ کی قوت کے بقدر لے لیتے اور جب آپ کی وفات قریب پہنچی تو آپ نے فدک بالکل انکو دیدیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱۰ از مناقب ابن شہر آشوب۔

(۴) چوتھی روایت یہ ہے کہ جب آیہ "وآت ذاالقربی حقہ" نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے جبرئیل سے پوچھا کہ سکین تو میں جانتا ہوں ذوالقربی کون ہیں۔

خبر سخت صدمہ ہوا۔ آپ نے انتقام لینے اور سرکشوں کو سزا دینے کا بالکل تہیہ کر لیا۔ عام جلسہ کیا گیا اور جنگجو طلب کئے گئے چنانچہ تین ہزار مرد میدان آ کے جمع ہو گئے۔ سفید جھنڈا کھولا گیا اور حضور انور نے اسے زید ابن حارث کے ہاتھ میں دیا اور حکم دیا کہ جہاں ہمارا قاصد مارا گیا ہے تو یلغار کرتا ہوا پہنچ۔ اور آپ نے فوج کو یہ حکم بھی سنایا کہ اگر زید میدان جنگ میں کام آئے تو فوج کی کمان جعفر کو دیدی جائے اور اگر جعفر قتل ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ کو سردار فوج تسلیم کر لیا جائے اور اگر وہ بھی قتل ہو جائے تو مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ جسے چاہیں اپنا سردار بنا لیں۔

غرض جب اسلامی فوج روانہ ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دور مقام ثنیۃ الوداع تک خود پہنچانے آئے۔ یہاں فوج نے قیام کیا۔ حضور بھی ٹھہرے۔ حضور نے

جبریل نے کہا "ہم اقاربک" وہ آپ کے رشتہ دار ہیں تب آپ نے حسن و حسین اور فاطمہ کو بلا کر کہا کہ خدا مجھے حکم دیتا ہے کہ جو خدا نے مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہو وہ تمہیں دوں۔ اس لئے میں تمہیں فدک دیتا ہوں۔ بحار الانوار التفسیر عیاشی صفحہ ۱۹۱۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جسکو ہم مفصل دعوئے ہبئے فدک میں نقل کریں گے اس میں جہاں شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے اس میں لکھا ہے کہ جب آپ کو جبریل فدک کے حدود بتانے کے لئے لے گئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا کہ جبریل مجھے فدک کے حدود بتانے لے گئے تھے اس پر حضرت فاطمہ نے عرض کیا "یا ابت انی اخاف العیلۃ والحاجۃ من بعدک فصدق بہا علی فقال ہی صدقۃ علیک فقبضتہا" کہ اے میرے باپ میں بعد آپ کے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہوں فدک مجھے دیدیجے آپ نے فرمایا

باآواز بلند بنہایت خوش آوازی اور موثر پیرایہ میں یہ فرمایا۔ تم شام میں جاتے ہو مقابلہ کرنے والے کو قتل کرنا۔ اور اس شخص پہ ہاتھ اُٹھانا جو تمھیں مانے یا تم سے جنگ کرنے آئے مگر تم ایسے لوگ بھی پاؤگے جو صومعوں میں عزلت گزیں ہیں اور دنیا سے انھوں نے کنارہ کر لیا ہو خبردار انھیں تکلیف نہ دینا اور انکے پہ ہاتھ اُٹھانا۔ ان کے علاوہ۔ کسی عورت۔ کسی بوڑھے۔ کسی بچہ کو مت مارنا اور ساتھ ہی سرسبز میوہ دار اور سایہ دار درختوں کھیت کا نشانہ برباد کرنا۔ گھروں میں ہرگز نہ گھسنا۔ بس یہ ہدایت فرماکے حضور نے فوج کو رخصت کیا۔ جب فوج اسلام حدود شام میں پہنچی تو شرجیل چونک پڑا اور اس نے فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔ علاوہ شائستہ فوجوں کے ہزاروں بت پرست عرب مدینہ کے گرد و نواح کے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے جمع ہوگئے اور خود قیصر نے اپنا باڈی گارڈ

اچھا یہ تمہارے اوپر صدقہ ہے یعنی تمہارے لئے عطیہ ہے پس فاطمہ نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر آنحضرت صلعم نے حضرت ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو۔ بحارالانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

یہ روایتیں جو اوپر ہمنے بیان کیں کچھ جزئی اور غیر ضروری باتوں ہی میں باہم مختلف نہیں ہیں بلکہ اُن کا تخالف اُن اہم امور میں ہے جو نفس واقعہ پر موثر ہے اور انکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتیں بنائی ہیں مگر ان کی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کر دیا کہ اسکا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت میں جو بحوالہ عیون الاخبار بحارالانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئیں اور دوسری روایت میں جو بحوالہ تفسیر قمی بحارالانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ ہے کہ

شرجیل کی مدد کو روانہ کر دیا۔ اتفاق سے قیصر آجکل شام کی سیر کر رہا تھا۔
جب دشمن کی اس غیر معمولی قوت اور یلغار کی خبر لشکر اسلام میں پہنچی تو یہاں پریشانی
چھا گئی ساتھ ہی یہ افواہ بھی گرم ہوئی کہ خود قیصر اس مہم کا مہر کردہ بن کے آرہا ہے
جمعیت کی کمی اور غیر ملک کی سرزمین کی وجہ سے قدرتاً یہ پریشانی ہوئی تھی۔ باہم
سب افسر مشورہ کرنے بیٹھے کہ کیا کرنا چاہئے۔ بعض نے کہا کہ حضور انور کو اطلاع
دینی چاہئے کہ یہ سنگین معاملہ درپیش ہے۔ آگے بڑھیں یا یہیں قیام کریں یا واپس
چلے آئیں۔ بعض نے کہا کہ سرکش قبائل کی سرکوبی کے لئے ہم بھیجے گئے ہیں نہ شاہی
فوجوں سے ہمنبرد ہونے کا حکم نہیں ملا ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عبداللہ بن رواحہ
نے نہایت جوش سے یہ کہا ہمیں خدا پر بھروسہ ہے ہم قیصر اور اس کے کثیر تعداد
لشکر کی پروا نہیں کرتے۔ مزید براں نیست کہ ہم شہید ہو جائیں بس یہی ہماری

جب آپ کنجیاں فدک کی لیکر مدینہ میں داخل ہوئے تو خود فاطمہ کے پاس آئے اور کہا
کہ تمہاری ماں کے مہر میں، جو مجھ پر واجب الادا ہے نہیں اور تمہاری اولاد کو فدک
دیتا ہوں۔
اور نیز پہلی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فاطمہ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ
تمکو فدک دیدوں۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور
میرے لئے مخصوص کر دیا ہے اور میں اختیار رکھتا ہوں کہ جو چاہوں کروں اور اسی
اختیار کی وجہ سے آپ نے کہا کہ تمہاری ماں کے مہر میں اسے دیتا ہوں۔
تیسری روایت میں، جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب بیٹے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے
کہ آیہ مذکورہ کے نازل ہونے پر آپ نے جبرئیل سے پوچھا کہ حق ذوالقربیٰ کا کیا ہے۔
جبرئیل نے کہا کہ فاطمہ کو فدک دیدیجئے کہ وہ ان کی ماں خدیجہ اور ان کی بہن ہند بنت ابی
ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی میراث میں فدک

آرزو بھی ہے۔ اس جوش نے بڑا کام دیا سب پر اس کا اثر پڑا اور سب متفق ہو کے
بولے خدا کی قسم رواحہ کا بیٹا سچ کہتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد فوراً لشکر کو آگے
بڑھنے کا حکم دیا۔

بلقا کی حدود میں پہنچ کے جوں ہی شاہی لشکر نظر آیا تو سپاہ سالار اسلام نے نہایت
ہوشیاری اور عقلمندی سے پیچھے ہٹ کے موتہ پر قبضہ کر لیا اور وہیں اپنا کیمپ
قائم کر کے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

قیصر کی شایستہ فوجیں۔ عربوں کے غول بیابانی کو ساتھ لیے منتھی قیصر
مسلمانوں پر بڑھیں۔ زید اپنا دستہ فوج لیے نہایت شان اور بہادری سے
آگے بڑھا۔ قیصر کے سوار چمکتے ہوئے لوہے میں غرق بہت ہی مہیب معلوم ہوتے
تھے۔ دوسرے ان کا ساز و براق آنکھوں کو خیرہ کئے دیتا تھا۔ مگر زید اپنی بینظیر

فاطمہ کو دیا گیا۔ اور دوسری روایت میں لکھا ہے کہ ماں کے مہر میں دیا گیا۔ غالباً
جبرئیل امین نے میراث اور مہر کو ایک تصور کیا ہوگا۔ یا ان سے سہو ہو گیا ہوگا۔ سوائے
اسکے یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔
اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا یہاں کچھ ذکر نہیں شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ
کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر میں قرار پائی ہوگی۔

پھر اسی تیسری روایت میں ہے کہ جب آپ نے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو انھوں نے عرض
کیا کہ آپ کی زندگی میں مَیں کوئی نئی کارروائی نہیں کرنی چاہتی آپ کو میری جان و مال کا
اختیار ہے اسپر آپ نے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تم کو نہ دیں تب فاطمہ نے کہا بہت اچھا
جو آپ کرنا چاہتے ہیں کیجئے اسپر آپنے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہ
کا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلعم نے جمع کر کے فدک کے
دینے کا اعلان فرما دیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ ان روایتوں میں جن میں یہ ذکر ہے

خالد مدینہ آیا خالد کے ساتھ نصرانی سردار اور اسکا دوسرا بھائی بھی بطور قیدیوں کے تھے۔

نصرانی سردار طلائی صلیب گلے میں ڈالے ہوئے تھے اور ایک مخمل کی گون پہنے ہوئے تھا
تحیر سے اسکا یہ شاندار لباس دیکھا جسوقت وہ حضور انور کے سامنے آیا ہے تو پہلے بات جو آپنے کہی وہ
چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا اور اُسے بالکل آزاد کر دیا گیا۔

جسوقت حضور انور مدینہ واپس آئے ہیں تو آپکے وہ صحابہ جو آپکے ہمرکاب نہ جا سکے تھے حاضر ہو
کی ملامت انھیں نہیں کی بلکہ آپ وحی کے منتظر رہے کہ جو کچھ آسمان سے فیصلہ ہووے درست ہے۔ چنانچہ چند
آسمان سے نازل ہوئیں جنھوں نے اسکا فیصلہ کر دیا۔

اے ایمان والو تمھیں کیا (عذر) ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے کو) نکلو تو تم ز
جھکے جاتے ہو۔ کیا تم دنیاوی زندگی کو آخرت سے (زیادہ) پسند کرتے ہو تو (سمجھ لو کہ) دنیاوی زندگی کا سامان
عیش و عشرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے اگر تم (جہاد کے لئے) نہ نکلو گے تو اللہ تمھیں (سخت) دردنا

اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعوی کی نہیں کی اور نہ تصحیح اس بات کی کہ روایت جسمیں ذکر ہبہ کا ہے شیعوں کی
اور اس طرح کے جواب دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور یہی سبب
اپنی تفسیر میں بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشیید المطاعن میں دیا ہے بحث روایت سے نہیں کی اور اسکی تصحیح و تنقیح
نہیں ہوئے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی اور فلسفی تھے اور ایسے مباحث میں معقولی متکلمین کسیطرح نفس مطلب
اور اعتراض کو مانا ہوا تسلیم کرکے اُسکا جواب دیتے ہیں وہ اُن محدثین اور محققین میں سے نہیں ہیں جنکا قول اخبار و
سند ہو اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ضمناً اُن کے جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اُس روایت
متوجہ ہوئے۔ اور ہم از روئے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اخبار و احادیث میں کسی کا
گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیوں نہ ہو بلکہ اصل خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن را
بیان کی گئی ہے اُنکے حالات کی تنقیح لازم ہے اگر راوی ثقہ معتبر ہوں اور اُن پر کوئی الزام نہ لگایا گیا ہو وہ البتہ لائق
اور پھر اُس میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احادیث میں سے ہے یا مشہور اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتوں
کہ نہیں اور یہ کام محققین اور اہل فن کا ہے۔ اس لئے چند عالموں کی کتابوں میں سے چند عبارتیں نقل کر دینے سے مد

آرزو بھی ہے - اس جوش نے بڑا کام دیا سب پر اس کا اثر پڑا اور سب متفق ہو کے بولے خدا کی قسم رواحہ کا بیٹا سچ کہتا ہے - چنانچہ اس کے بعد فوراً لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا -

بلقا کی حدود میں پہنچ کے جوں ہی شاہی لشکر نظر آیا تو سپاہ سالار اسلام نے نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے پیچھے ہٹ کے موتہ پر قبضہ کر لیا اور وہیں اپنا کیمپ قائم کر کے جنگ کی تیاری شروع کر دی -

قیصر کی شایستہ فوجیں ، عربوں کے غول بیابانی کو ساتھ لیکے مٹھی بھر مسلمانوں پر بڑھیں - زید اپنا دستہ فوج لیکے نہایت شان اور بہادری سے آگے بڑھا - قیصر کے سوار چمکتے ہوئے زرہے ہیں غرق بہت ہی مہیب معلوم ہوتے تھے ، دوسرے ان کا ساز و یراق آنکھوں کو خیرہ کئے دیتا تھا - مگر زید اپنی بینظیر

فاطمہ کو دیا گیا - اور دوسری روایت میں لکھا ہے کہ ماں کے مہر میں دیا گیا - غالباً جبرئیل امین نے میراث اور مہر کو ایک تصور کیا ہو گا - یا ان سے سہو ہو گیا ہو گا - سوائے اسکے یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے - اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا یہاں کچھ ذکر نہیں شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر میں قرار پائی ہو گی -

پھر اسی تیسری روایت میں ہے کہ جب آپ نے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو انھوں نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی میں مَیں کوئی نئی کارروائی نہیں کرنی چاہتی آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے اسپر آپ نے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تم کو نہ دیں تب فاطمہ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہیں کیجیے اسپر آپ نے لوگوں کو ان کے گھر میں بلا کر سب سے کہہ دیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو آنحضرت صلعم نے جمع کر کے فدک کے دینے کا اعلان فرما دیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ ان روایتوں میں جن میں یہ ذکر ہے

خالد مدینہ آیا خالد کے ساتھ نصرانی سردار اور اسکا دوسرا بھائی بھی بطور قیدیوں کے تھے۔

نصرانی سردار طلائی صلیب گلے میں ڈالے ہوئے تھے اور ایک مخمل کی گون پہنے ہوئے تھا۔ اہل مدینہ نے بڑے تحیر سے اسکا یہ شاندار لباس دیکھا جسوقت وہ حضور انور کے سامنے آیا ہے تو پہلے بات جو آپنے کہی وہ یہ تھی کہ تو مسلمان ہو جا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور اُسے بالکل آزاد کر دیا گیا۔

جسوقت حضور انور مدینہ واپس آئے ہیں تو آپکے وہ صحابہ جو آپکے ہمرکاب نہ جا سکے تھے حاضر ہوئے آپنے کسی قسم کی ملامت انھیں نہیں کی بلکہ آپ وحی کے منتظر رہے کہ جو کچھ آسمان سے فیصلہ ہووے درست ہو۔ چنانچہ چند آیتیں اسکے متعلق آسمان سے نازل ہوئیں جنھوں نے اسکا فیصلہ کر دیا۔

اے ایمان والو تمھیں کیا (عذر) ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے کو) نکلو تو تم زمین کی طرف جھکے جاتے ہو۔ کیا تم دنیاوی زندگی کو آخرت سے (زیادہ) پسند کرتے ہو تو (سمجھ لو کہ) دنیاوی زندگی کا سامان آخرت (کے عیش و عشرت کے مقابلہ) میں بہت ہی کم ہے اگر تم (جہاد کے لئے) نہ نکلو گے تو اللہ تمھیں (سخت) درد دینے والا عذاب دیگا

اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعوی کی نہیں کی اور نہ تصحیح اس بات کی کہ روایت جسمیں ذکر ہبہ کا ہے شیعوں کی ہے یا سنیوں کی اور اس طرح کے جواب دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور یہی سبب ہی کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشئید المطاعن میں دیا ہے بحث روایت سے نہیں کی اور اسکی تصحیح و تنقیح کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی اور فلسفی تھی اور ایسے مباحث میں معقولی متکلمین کسیطرح نفس مطلب پر رجوع کرتے اور اعتراض کو مانا ہوا تسلیم کر کے اُسکا جواب دیتے ہیں وہ اُن محدثین اور محققین میں سے نہیں ہیں جنکا قول اخبار اور احادیث میں سند ہو اور خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ضمناً اُن کے جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اُس روایت کی تکذیب پر متوجہ ہوئے۔ اور ہم از روئے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اخبار و احادیث میں کسی کا قول معتبر نہیں ہی گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیوں نہ ہو بلکہ اصل خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن راویوں سے وہ بیان کی گئی ہے اُنکے حالات کی تنقیح لازم ہے اگر راوی ثقہ معتبر ہوں اور اُن پر کوئی الزام نہ لگایا گیا ہو وہ البتہ لائق لحاظ کے اور پھر اُس میں یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احادیث میں سے ہے یا مشہور اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتوں کے متنافی نہیں اور یہ کام محققین اور اہل فن کا ہے۔ اس لئے چند عالموں کی کتابوں میں سے چند عبارتیں نقل کر دینے سے مدعا ثابت نہیں ہو

اور تمھارے عوض میں سوا (دوسری) قوم کو لے آیئگا اور تم اللہ کا نقصان نہ کروگے (بلکہ اپنا ہی بگاڑو گے) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اگر تم نبی کی مدد نہ کروگے تو (نہ کرو) بیشک اللہ نے (خود) اُنکی مدد کی جب اُنھیں کافروں نے (مکہ سے) نکالا اُن کے ہمراہ صرف ایک آدمی اور تھا اور وہ) دو میں کے دوسرے (تھے) جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ رنج نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اپنی (طرف سے) تسکین اُن پر نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے اُنکی مدد کی جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات نیچی کردی اور اللہ ہی کی بات بلند ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے (اے مسلمانو) ہلکے ہو یا بھاری (ہر حال میں جہاد کے لئے) نکلو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگر تم جانتے ہو تو یہ تمھارے لئے بہتر ہے (اے نبی) اگر کچھ مال قریب (ملنے والا) ہوتا اور آسان سفر ہوتا تو بے شک یہ لوگ تمھارے ساتھ جاتے لیکن راہ انھیں دور معلوم ہوئی اور عنقریب یہ لوگ اللہ کی قسم کھائیں گے اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور تمھارے ساتھ چلتے یہ (جھوٹی قسمیں کھاکر) اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ (تو) جانتا ہے کہ بے شک یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں (اے نبی) اللہ نے تم سے درگزر فرمائی تم نے انھیں (جہاد میں نہ جانیکی) اجازت کیوں دی تاوقتیکہ تمھیں معلوم (نہ) ہو جاتے وہ لوگ جو سچے ہیں

اگر کوئی حضرات امامیہ میں سے یہ کہے کہ ایسے مشہور عالموں کی روایتوں کے ثابت نہ سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہیں باب مناظرہ ہی بند ہوا جاتا ہے اور صرف یہ جواب کہ وہ حدیث میں ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے اُن سے خطا ہو گئی یا انھوں نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کر لیا اُسے چاہیئے کہ اس کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اُس سے اُسکو اس قسم کے خیالات کا کافی اور تسلی بخش جواب ملیگا۔

جو شہادت ہمارے یہاں کی کتابوں سے حضرات امامیہ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت فاطمہ زہراؓ نے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا تھا پیش کی تھی اُسکی حقیقت کہ وہ کہاں تک قابل ماننے کے ہے بتفصیل ہم نے بیان کردی۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ خود شیعوں کی روایتیں متعلق اس دعوی کے ایسی متناقض اور مختلف ہیں کہ اُنکا باہمی متناقض اور اختلاف اون کے دعوی کو باطل کرتا ہے۔

تناقض اور اختلاف جو شیعوں کی اُن روایتوں میں ہے جسمیں ہبہ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا

تناقض ثابت کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اول ہم شیعوں کی روایتیں جو متعلق دعوی ہبہ فدک کے ہیں بیان کریں پھر اُنکا تناقض دکھائیں مفصلۂ ذیل روایتیں شیعوں نے اسکے متعلق بیان کی ہیں۔

اور تم جھوٹ بولنے والوں کو جان لیتے (یہ یاد رکھو کہ) جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد (نہ) کرنیکی (کبھی) تم سے اجازت نہ مانگیں گے اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے تم سے اجازت وہی طلب کرینگے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور اُن کے دل شک کر رہے ہیں پس وہ اپنے شک میں گردان ہیں اور اگر وہ (تمھارے ساتھ) جانا چاہتے تو اُس کا کچھ سامان کرتے ولیکن اللہ نے اُن کا (تمھارے ہمراہ) بھیجنا ناپسند کیا پس اُنہیں روک رکھا اور (اُن سے) کہدیا گیا کہ بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ تم (بھی) بیٹھ رہو (اور) اگر وہ (تمھارے ساتھ) جاتے تو سوا فساد کے تمھارا کچھ نہ بڑھاتے اور بیشک تمھارے حق میں فساد کرنے کے لئے تمھارے درمیان گھوڑے دوڑاتے اور تم میں (بعض لوگ) اُن کے جاسوس ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

غزوہ تبوک سے واپس آنے کے دو مہینے کے بعد منافقین مدینہ کا سرغنہ عبداللہ ابن اُبی فوت ہو گیا حضور انور نے باوجود اسکے اسپر مہربانی کی نظریں رکھیں اور آپ کی بڑی مہربانی کا ثبوت یہ ہوا کہ آپ نے اسکے جنازے پر نماز پڑھی اور آپ نے عبداللہ ابن اُبی کو مسلمان قرار دیا جب تک وہ دفن نہ ہولیا واپس تشریف نہیں لائے عبداللہ کے مرنیکے بعد

---

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲ ذیل عنوان احتجاج امیر المومنین رض علی ابی بکر و عمر لما منع فاطمۃ الزہراء ع فدک بالکتاب والسنۃ میں بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادق ع سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے اور تمام مہاجرین و انصار پر پوری طور سے انکی حکومت قایم ہو گئی تو اُنھوں نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اُس نے حضرت فاطمہ ع کے وکیل کو نکالدیا تب حضرت فاطمہ ع ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کیوں تم مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیوں میرے وکیل کو فدک سے نکالدیا اسپر اُنھوں نے اُن سے گواہ مانگے اور اسی روایت میں بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کو سند لکھدی اور عمر نے اُسے چاک کر دیا اور فاطمہ رض روتی ہوئی چلی گئیں فلما کان بعد ذلک جاء علی ع الی ابی بکر و ھو فی المسجد و حولہ المھاجرون والانصار اسکے بعد حضرت علی ابوبکر رض کے پاس آئے اور اُنکے پاس مسجد میں مہاجر و انصار جمع تھے۔ اور علی رض نے آکر کہا کہ کیوں تم فاطمہ ع کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی میں اُسکی مالک تھیں۔ ابوبکر نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے اور اگر وہ گواہ پیش کریں تو اُنکو ملیگا ورنہ اُنکا کچھ حق نہیں اُسپر امیر المومنین رض نے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا ہمارے حق میں خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کروگے اُنہوں نے کہا نہیں تو آپنے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے قبضے میں ہو اور وہ اُسکے مالک ہوں اور میں اُسپر دعوی کروں تو تم کس سے گواہ مانگوگے اُنہوں نے کہا تم سے

منافقین کی قوت کا خاتمہ ہوا اور نہ اب حضور انور کو مزید احتیاط کی ضرورت تھی۔

غزوہ تبوک حضور انور کے زمانہ کا آخری غزوہ تھا اور اب مسلمانوں کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اب نہ کوئی قوم ان سے لڑنے کو رہی اور نہ ان کا کوئی دشمن ہے رومیوں کا کسقدر خیال تھا وہ پہلے ہی ان کے صحرا خالی کر کے بھاگ گئے اس کا اثر یہاں تک ہوا کہ بعض مسلمانوں نے اپنے ہتھیار بیچنے شروع کر دیئے جسوقت حضور انور نے یہ خبر سنی کہ بعض مسلمان ہتھیار بیچ رہے ہیں تو آپ نے یہ فرمایا کہ مذہبی جدال و قتال کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا ہے ابھی مسلمانوں کا ایک گروہ صداقت قایم کرنے کے لئے جنگ میں مشغول ہونے کو ہے۔

کہا یہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہؓ سے گواہ مانگتے ہو اس چیز کے متعلق جو ان کے قبضے میں ہے۔ اور جبکی وہ پیغمبر خدا کی زندگی میں اور اسکے بعد مالک تھیں اور مسلمانوں سے تم گواہ نہیں مانگتے کہ وہ اسکا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ سنکر ابوبکر چپ ہو رہے تب عمر نے کہا کہ اے علی یہ باتیں جانے دو کہ ہم تمہاری حجتوں پر غالب نہیں آسکتے اگر تم گواہ عادل پیش کرو گے تو خیر ورنہ یہ مال مسلمانوں کا ہے۔ نہ تمہارا حق ہے نہ فاطمہ کا۔ پھر اخراجی قسم کی اور چند باتوں کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ حالت دیکھکر لوگ غصے میں آئے اور بعض نے اس بات کو بہت برا جانا اور کہا کہ واللہ علیؓ سچ کہتے ہیں اور علی اپنے گھر چلے آئے اور فاطمہؑ مسجد نبوی میں تشریف لیگئیں اور اپنے آپکو باپ کی قبر پر گرا دیا اور یہ اشعار پڑھنے لگیں ۵ قد کان بعدک انباء وھنبثۃ الخ بعد اسکے اس روایت میں یہ بیان ہے کہ ابوبکر و عمر نے یہ حالت دیکھکر اور آیندہ کا خوف کر کے ارادہ کیا کہ علی کو قتل کرا دیں اور اسکے لیئے خالد کو تجویز کیا۔ اسکا بیان ہم اپنے موقع پر کریں گے۔

(۳) علل الشرائع والاحکام تالیف شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی باب صد و پنجاہ و یکم مطبوعہ ایران صفحہ ۸۶ میں ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عمیر سے اور انھوں نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادقؑ کی یہ بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے روکا اور ان کے وکیل کو نکالدیا حضرت علی مسجد میں آئے اور

باب ۲۵

طائف کی سفارت

اور حضرت صدیق اکبر کا حج

رمضان سے ذیقعدہ تک ۹ ہجری مطابق دسمبر ۶۳۰ء سے مارچ ۶۳۱ء تک

طائف کا محاصرہ اٹھے ہوئے دس مہینے ہو چکے تھے اہل طائف ابھی بت پرستی میں سرگرداں تھے اور شرک کی بلا ان پر چھائی ہوئی تھی۔

وہ مشہور قاصد جو لشکرگاہ حدیبیہ میں قریش کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اپنے وطن طائف سے اس عرصے غیر حاضر رہا وہ یمن گیا ہوا تھا تاکہ وہاں جنگ ۔ مدافعت کے لیئے کچھ سامان بہم پہنچائے اور فنون جنگ کی کچھ تعلیم حاصل کرے اس مشہور قاصد کا نام عروہ ہے جب وہ اپنے وطن طائف میں واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ تمام مکہ اور اس کے گرد نواح کے تمام مقامات حضور انور کے مطیع ہو گئے ہیں اور اب ا ی

ابو بکر وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گرد مہاجرین اور انصار جمع تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر تم نے کیوں فاطمہؑ کو روکا اس چیز سے جو رسول اللہ نے اُن کو دیدی تھی اور انکا وکیل ان پر برسوں سے قابض تھا ابو بکر نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کے لیئے فئے ہے اگر وہ شاید عادل لا دیں تو خیر ورنہ فاطمہؑ کا اس میں کچھہ حق نہیں ہے۔ علی نے فرمایا کہ کیا ہمارے لیئے برخلاف اُس کے جو اور مسلمانوں کے لئے تم حکم دیتے حکم دوگے تو انہوں نے کہا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز مسلمانوں کے ہاتھہ میں ہو اور میں دعوی کروں تو تم کس سے گواہ مانگو گے۔ ابو بکر نے کہا تم سے۔ علی نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھہ میں ہو اور مسلمان اُس پر دعوی کریں تو تم مجھ سے گناہ مانگوں گے۔ ابو بکر یہ سنکر چپ ہو رہے عمر نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے اور ہم تمہارے جھگڑے کی باتیں نہیں سنتے پھر اسپر اور باتیں ان کے آپس میں ہوئیں جسے سنکر لوگ رونے لگے اور بصلاح عمر کے ابو بکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جس کی تفصیل اس روایت میں ہے اور اسکو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

(۳) روایت ہے کہ حضرت فاطمہؑ ابو بکرؓ کے پاس گئیں اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی

طائف کا کوئی مقام ایسا نہیں رہا جس نے اطاعت نہ کی ہو چنانچہ وہ سیدھا مدینہ آیا اور حضور کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوگیا مسلمان ہونے کے بعد وہ پھر طائف واپس گیا اسلام کی برکتیں اہل شہر کے آگے بیان کیں اور انہی مسلمان ہونے کی ترغیب دی حضور انور اہل طائف کی وحشت اور جہالت کو اچھی طرح سے جانتے تھے آپ نے عروہ سے چلتے وقت کہا کہ تم زیادہ احتیاط سے کام لینا وہ لوگ محض وحشی اور جاہل ہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں کوئی گزند پہنچے عروہ نے عرض کیا کہ حضور سچ فرماتے ہیں مگر میں وہاں ہر دلعزیز بھی ہوں اور عزت کی نگاہ سے بھی دیکھا جاتا ہوں لہذا مجھے کسی قسم کا خوف نہیں ہے شام کو عروہ طائف پہنچا اور اس نے عام طور پر اپنا مقصد لوگوں سے بیان کیا وہ اسوقت چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ ہم باہم ہمیں مشورہ کرکے اسکا جواب دینگے صبح کیوقت عروہ اپنے مکان کی بلند چھت پر چڑھا اور اذان کہی تاکہ لوگ اسکے ساتھ آکے نماز میں شریک ہوں اذان کی آواز سنکر شریر اور بدمعاش آدمی اس کی طرف دوڑے اسپر تیر برسانے شروع کئے یہانتک کہ ایک تیر کا مہلک زخم اس کے بازو میں لگا اس کے خاندان کے کل

حجتوں کے ابوبکر قائل ہوئے اور فدک کی سند فاطمہ کے لئے لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اسپر گواہی ہوئی حضرت فاطمہ اس سند کو لیکر باہر نکلیں عمر ان کو ملے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں حضرت فاطمہ نے جوابدیا کہ ابوبکر کے پاس سے اور سند لکھدینے کا بھی ذکر کیا۔ عمر نے کہا ذرا مجھے دکھائے آپ نے وہ کاغذ عمر کو دیدیا عمر نے اسپر تھوک دیا اور اس کو مٹا دیا پھر علی فاطمہ کو ملے اور پوچھا کہ اے بنت رسول اللہ کیوں تم غصے میں ہو فاطمہ نے بیان کیا جو کچھ عمر نے کیا تھا تب حضرت علی نے فرمایا ما رکبوا منی ومن ابیک اعظم من هذا کہ ان لوگوں نے میرے حق میں اور تمہارے باپ کے حق میں اس سے بڑھکر دوسری بات نہیں کی۔ الی آخر القصہ۔ بحار الانوار صفحہ ۹۶ از مصباح الانوار

(۴۷) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ میں کتاب الاختصاص سے بسند عبداللہ بن سنان کے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا نے وفات پائی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فاطمہ کے وکیل کو فدک سے نکالدیا تب حضرت فاطمہ آئیں اور کہا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ میرے باپ کے خلیفہ ہو اور ان کے مقام پر بیٹھے ہو تم نے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آدمی اور اس کے دوست اس کے گرد جمع ہو گئے مگر وہ ذرا دیر سے پہنچے اور اس عرصے میں اُس کا کام تمام ہو چکا تھا مرتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے محض لوگوں کی بھلائی کے لئے اپنا خون بہایا ہے خداوند تعالی اسکا اجر دیگا جس نے مجھے شہادت کا مرتبہ عطا کیا اس نے اپنے دوستوں سے یہ ہدایت کی کہ تم مجھے ان مسلمان شہدا کے پاس دفن کرنا جو غزوہ حنین میں شہید ہوئے ہیں جس وقت حضور انور نے عروہ کی شہادت کی خبر سنی تو آپ نے فرمایا کہ عروہ کی حالت بالکل اُس پیغمبر کی سی ہے جس نے اپنے لوگوں کو خدا کی عبادت کے لیئے بلایا اور انہوں نے اُسے قتل کر ڈالا۔

عروہ کے قتل ہونے کے بعد اہل طائف پر آسمانی بلا نازل ہو گئی قبیلہ بنی ہوازن اپنے سردار مالک کی ماتحتی میں ان پر حملہ آور ہوا ان کی چراگاہوں میں ان کے مویشیوں کو کاٹ ڈالا اور اسطرح انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا کہ شہر کی فصیلوں کے باہر اسن نہ مل سکا جب وہ بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے باہم مشورہ کر کے آپس میں یہ بات فیصلہ کی کہ عرب اقوام سے ہم میں لڑنے کی طاقت نہیں ہے اور یہ کل عرب اقوام

مجھے فدک دیگئے ہیں میرے وکیل کو نکال دیا حالانکہ اس کے میرے پاس گواہ موجود ہیں۔ ابو بکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا یہ سنکر حضرت فاطمہ علی کے پاس گئیں اور ان سے یہ سب حال کہا حضرت علی نے اُن کو صلاح دی کہ تم پھر ابو بکر کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوتا حالانکہ سلیمان داؤد کے اور یحیٰی ذکریا کے وارث ہوئے پھر میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہوں عمر نے فاطمہ سے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے فاطمہ نے کہا گو میں سکھلائی گئی ہوں مگر کسنے مجھے سکھایا ہے میرے شوہر علی نے۔ ابو بکر نے کہا کہ عائشہ اور عمر دونو گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر سے سنا ہے النبی لا یورث فاطمہ نے کہا یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے جو اسلام میں دی گئی تب حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے اور میں اسپر گواہ بھی رکھتی ہوں تو ابو بکر نے کہا کہ اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علی کو لائیں۔ ابو بکر نے کہا کہ اے ام ایمن کیا تم نے پیغمبر خدا سے سنا ہے جو فاطمہ کہتی ہیں انہوں نے کہا ہاں میں نے سنا ہے اور کیا تم نے نہیں سنا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ فاطمہ سیدہ زنان جنت ہیں تو کیا جو سیدہ نسائے جنت ہو وہ اس چیز کا دعویٰ کریگی جو اس کی نہو

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر چکے ہیں آخیر انہوں نے ایک سفارت مدینہ روانہ کی جسمیں چھہ سردار
اور پندرہ یا بیس آدمی تھے جنہوں نے مدینہ کی چار دیواری کے باہر اپنا قیام کیا عروہ کا بھتیجہ شہر کے باہر اس
سفارت سے ملنے آیا اور پھر اس نے حضور انور کی خدمت میں جا کے اطلاع دی حضور نے ارشاد کیا کہ مسجد کے
قریب ان کے لیئے ایک ڈیرا کھڑا کر دیا جاے اور وہ یہاں آکر قیام کریں چنانچہ وہ وہاں چلے آئے حضور انور
خود خیمہ میں ان سے ملنے آئے اور سب سے پہلے انہیں تلقین اسلام کی جو کچھہ انہیں خوف اور پریشانی تھی وہ سب
انہوں نے آزادی کیساتھ حضور انور کی خدمت میں عرض کر دی وہ کہنے لگے کہ ہمارا تو آپ کچھہ خیال نہ کریں ہم تو
اسوقت بالکل تیار ہیں کہ اپنے بڑے بت لات کو توڑ کے چکنا چور کر دیں مگر ہم لوگوں میں جو جاہل ہیں اور
خصوصاً عورتیں وہ صورت دیکھہ کے گھبرا جائیں گی ہماری رائے یہ ہے کہ وہ بت تین برس تک چھوڑ دیا
جائے اس عرصے میں انہیں مسلمانوں سے زیادہ ربط ضبط ہو جائیگا اور وہ اسلام کے اصول سے مانوس ہو جائینگے
پھر اس بت کے توڑنے میں حضور انور کو کچھہ بھی مشکل نہ پڑیگی حضور انور اس مہلت دینے پر راضی

اور میں ایک عورت اہل جنت سے ہوں کیا میں وہ گواہی دونگی جو میں نے پیغمبر سے سنا ہو عمر نے کہا کہ یہ باتیں چھوڑ دو
اور کہو کہ کیا تم گواہی دیتی ہو تو ام ایمن نے کہا کہ میں حضرت فاطمہ کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی اور آنحضرت بھی وہاں
تشریف فرما تھے کہ اتنے میں جبرئیل آئے اور کہا اے محمد اٹھو تاکہ بموجب حکم خدا کے میں فدک کی حد بندی اپنے پنکھ
سے کروں آپ اٹھے اور جبرئیل آپ کے ہمراہ ہوئے کچھہ دیر ہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لائے فاطمہ نے پوچھا کہ
آپ کہاں تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا جبرئیل نے فدک کے حدود دیئے اور اسپر خط کھینچا تب حضرت فاطمہ
نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلة والحاجة من بعدک فصدق بہا علی فقال ھی صدقة علیک
فقبضتھا کہ اے میرے باپ میں افلاس و محتاجی سے آپ کے بعد ڈرتی ہوں یہ فدک مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا اچھا
یہ تمہارے لئے عطیہ ہے اور فاطمہ نے اسپر قبضہ کر لیا۔ پھر آنحضرت نے ام ایمن اور علی سے کہا تم اسپر گواہ رہو اسی روایت
میں پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علی فاطمہ کو سوار کرا کے چالیس دن رات مہاجرین و انصار کے گھر پھرے اور کسی نے ہمدردی
نہ کی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئیں اور ان سے مدد چاہی انہوں نے بھی انکار کیا اور کہا کہ میں تنہا ہوں پس
فاطمہ ان سے خفا ہو کر چلی آئیں۔ الی اخر القصہ۔

ساتھ مروں گا یہ کہکے حضور انور اپنے خیمہ میں واپس تشریف لے گئے اسی اثنار میں ابوبکر خیمہ کے دروازے کے پاس پہونچے اور اندر آنیکی اجازت چاہی آپکے ساتھ آپکے بوڑھے والد ابو قحافہ تھے جنکی کمر جھک گئی تھی اور جنکی داڑھی موچھیں پلکیں اور سر کے بال مثل برف کے سفید ہو گئے تھے حضور انور نے بہت ہی مہربانی نہایت اخلاق اور محبت سے آپ پر عنایت فرمائی اور بڑے جوش سے ابوبکر سے یہ خطاب کیا" تم نے اپنے بوڑھے باپ کو یہاں آنیکی کیوں تکلیف دی میں خود اُن سے اُنکے گھر پر آپ ملنے جاتا اسپر ابوبکر نے جواب دیا یارسول اللہ والد ہی کو حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے تھا نہ کہ حضور اُن کے مکان پر جاتے حضور انور نے نہایت شفقت کے ساتھ بوڑھے ابوقحافہ کو اپنے پاس بٹھالیا اور محبت سے اپنا مبارک ہاتھ اُس بوڑھے شخص کے سینے پر رکھکر ارشاد کیا میں تجھے پاک دین اور برحق اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ چنانچہ یہ بوڑھا برگزیدہ بندہ بڑے شوق اور آمادگی سے مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

حضور نے عام طور پر اہل مکہ کو امن دیدیا مگر دس یا بارہ آدمیوں کو معافی نہیں دی گئی اور اُن میں سے

اب رہا یہ امر کہ سیرت نبوی وہی تھی جسکا ہم نے نقشہ کھینچا یہ ایک ایسی بات ہے کہ شیعوں اور سنّیوں کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ اور کوئی بات اسکے خلاف معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ اور باتوں کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؑ سے پیش آیا اُسی سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ اسکی تصدیق میں ہم چند روائتیں لکھتے ہیں۔

(۱) کتاب قرب الاسناد میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ جناب امیرالمومنینؑ اور حضرت فاطمہؑ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ گھر کی خدمت باہم اُنکی تقسیم کردی جائے۔ آپنے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؑ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونو حضرات کرتے تھے کوئی خادم یا خادمہ بہت دنوں تک مدد دینے کے لئے بھی نہ تھے۔

(۲) کتاب علل الشرائع میں حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ فاطمہؑ کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب میں کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں اور صبح تک رکوع اور سجود فرماتی رہیں۔ بعد ختم نماز کے آپنے

صرف چار قتل کئے گئے ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس نے حضور انور کی صاحبزادی زینب کا اسوقت بے رحمی کے ساتھ تعاقب کیا تھا۔ جب انہوں نے مظالم سے مجبور ہو کے مکہ سے ہجرت کی تھی حضرت علی نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور یہ وہ بدمعاش شخص تھا جسنے فاطمہ اور ام کلثوم پر جب وہ عباس کی نگرانی میں مدینہ جا رہی تھیں حملہ کیا تھا مگر یہ کچھ عجیب روایت ہے اس لئے کہ ایک صحیح روایت میں یہ آیا ہے جیسا کہ ہم کہیں بیان کر آئے ہیں کہ خواتین زید کی نگرانی میں مدینہ بھیجی گئی تھیں۔ بہر حال نگرانی کسی کی تسلیم کی جائے مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ ظالم ناخداترس اور نامرد حویرث نے ان بیگناہ خواتین پر ہاتھ ضرور اٹھایا تھا دوسرا حملہ آور ہٰکار یک مکہ سے غائب ہو گیا مگر بعد ازاں مدینہ میں آ کے اس نے حضور سے معافی مانگ لی اور وہ معاف کر دیا گیا صفوان اور عکرمہ جنھوں نے خالد کے پرے پر حملہ کیا تھا۔ ساحل بحر پر بھاگ کے چلے گئے تھے وہ کشتی میں سوار ہونے ہی کو تھے کہ حضور کا معافی نامہ انھیں پہنچا اور وہ فوراً مکہ واپس چلے آئے ابو سفیان کی بیوی ہندہ کا بھی گناہ بخشدیا گیا اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئی اور اس لڑکی کی بھی خطا بخشی گئی جو خاطب کا خط

مومنین و مومنات کے لئے دعا کی تو میں نے کہا کہ اے مادر مہربان آپ اپنے لئے کچھ دعا کیوں نہیں مانگتیں۔ حضرت سیدہ رضی اللہ نے جواب دیا کہ یابنی الجار ثم الدار۔ اول ہمسایہ کا کام کرنا چاہیئے پھر اپنا فقط۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہؑ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہاں تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسائے کے کام کو مقدم سمجھتی تھیں اور انکو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھیں۔

(۳) علل الشرائع میں حضرت امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلہ بنی سعد کے ایک آدمی سے کہا کہ میں تمھیں اپنے اور فاطمہؑ کے حال سے خبر دیتا ہوں کہ انکو پیغمبر خدا صلعم سب سے زیادہ چاہتے تھے اور اسپر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھیں۔ یہاں تک آپنے پانی کے گھڑے اٹھائے کہ آپکے سینہ مبارک پر اسکا نشان پڑ گیا۔ اور یہاں تک چکی پیسی کہ آپکے دستہائے مبارک کی کھال سخت پڑ گئی۔ اور یہاں تک گھر میں جھاڑو دی کہ آپکے سب کپڑے غبار آلود ہو جاتے اور کھانا پکانے کے لئے اسقدر آگ سلگانے کی محنت فرماتیں کہ اسکے دھوئیں سے آپکے کپڑے سیاہ ہو جاتے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اٹھاتیں۔ تب میں نے آپسے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمھاری یہ تکلیف کم ہو جائے۔

لیکے مکہ جاتی تھی۔ اب یہ بات دیکھنے کی ہے کہ حضور انور نے جہاں سخت تکلیفیں پا کے مدینہ کا رخ
کیا ہو جہاں ہر قسم کے مظالم آپ پر توڑے گئے ہوں جہاں ناخدا ترسی اور خوفناک برتاؤ کی حد ہو چکی ہو اس
شہر اور اہل شہر کے ساتھ جو بے نظیر فیاضی اور بے مثال رحم اور شفقت حضور انور نے کام فرمائی ہو اسکی
مثال عالم میں مشکل سے ملیگی اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ چند ہی ہفتہ میں دو ہزار کی جنگ جو آپکے جھنڈے کے نیچے
مخالف سے لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔

فتح مکہ کی شب کو بنی خزاعہ نے موقعہ پا کے اپنے ایک مخالف قبیلہ پر حملہ کیا اور اسکے ایک دن کے بعد
حضور انور نے کعبہ کے سامنے مسلمانوں کے مجمع میں جو ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے جمع ہوئے تھے یہ فرمایا کہ اللہ تعالے
نے آسمان اور زمین جسدن پیدا کیا اُسی دن مکہ کو حرم بنایا اس لئے کہ قیامت تک اللہ تعالے کے حرم بنانیسے
حرم ہے کسی کے واسطے جو مجھ سے پہلے گزرے حلال نہ ہوا اور نہ میرے بعد کسی اور کے لئے حلال ہوگا۔ اور
میرے واسطے بھی کبھی حلال نہیں ہوا مگر ایک گھڑی کے لئے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا یہاں لوٹ وغیرہ

اسپر وہ پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں مگر آپ کو لوگوں سے بات چیت کرتے دیکھکر مارے شرم کے
واپس چلی آئیں۔ حضرت رسول خدا صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہ کسی غرض سے آئی تھیں اور بے کہے لوٹ گئیں۔
دوسرے دن آپ تشریف لائے اور پوچھا کہ اے فاطمہ کل تم کس غرض سے آئی تھیں۔ یہ سنکر میں نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لئے آئی تھیں تاکہ اس محنت اور تکلیف سے جو انکو پانی بھرنے
اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے میں ہوتی ہے کچھ نجات ملے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا میں تم دونوں کو
وہ چیز نہ بتادوں جو خادم سے تم دونوں کے حق میں بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ
الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اسپر تین دفعہ حضرت فاطمہ نے کہا رضیت عن اللہ و رسولہ کہ میں خدا
اور اُسکے رسول سے راضی ہوئی فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود
اس محبت کے جو انھیں حضرت فاطمہ کے ساتھ تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو انھیں گھر کے
کام کاج کرنے میں ہوتی تھی نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان غریبوں اور مسکینوں کو چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کیلئے
آسایش کا سامان مہیا کردیں اور ایسے وقت میں جبکہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان

سب کی ممانعت ہے جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو خبریں پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں اے
بنی خزاعہ تم خونریزی سے اپنے ہاتھوں کو کھینچ لو اور جس شخص کو تم نے قتل کیا ہے میں اپنی ذات سے اس کا
خون بہا اسوقت ادا کر دیتا ہوں مگر آیندہ کوئی خون تمہارے ہاتھ سے ہوا تو اُسکا بدلہ خون لیا جائیگا۔
پندرہ روز تک تو حضور انور مکہ کے انتظامی امور طے فرماتے رہے سولہویں روز مسلح سپاہیوں کے دستے
بتوں کو برباد کرنے کے لئے مختلف مقامات پر روانہ کئے نخلہ میں خالد نے بڑے بت عزے کو پارہ پارہ
کر دیا یہ بت مکہ کے قبائل کا مہا دیو تسلیم کیا جاتا تھا اسی طرح عمرو نے اور مشہور بتوں کو توڑ ڈالا جب خالد
نخلہ سے واپس آیا تو حضور نے اسے بنی خذیمہ کی طرف روانہ کیا جو مکہ کی جانب جنوب ایک دن کی راہ پر
رہتے تھے خالد نے وہاں پہونچ کر انھیں اسلام کی دعوت دی اُنہوں نے اسلمنا کا کہنا اچھا نہ جانا بلکہ صبانا
صبانا کہکے غل مچانے لگے جسکے معنی یہ ہوئے کہ ہم ایک دین سے پھر کر دوسرے دین میں آ گئے خالد کو غلط فہمی
ہوئی اُسنے ان میں سے دو تین آدمیوں کو مار ڈالا مگر مہاجرین اور بعض انصار نے جو انکا مطلب سمجھ گئے تھے

مفلس و محتاج۔ تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے۔ شان نبوت یہی تھی اور رسالت کی تصدیق اور اہل بیت
کی عظمت اور آلِ رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انھیں باتوں سے ہوتا ہے۔

(۴) کتاب عیون الاخبار میں حضرت امام زین العابدین عؑ سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس کہتی ہیں کہ ایک
مرتبہ پیغمبر خدا صلعم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور اُنکی گردن میں ایک گلوبند سونے کا دیکھا جسے
علی بن ابی طالبؑ نے فئے میں سے انکے لئے خرید اتھا۔ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سیدہؑ سے فرمایا کہ ای
فاطمہؑ کیا لوگ نکھیں گے کہ فاطمہ محمد کی بیٹی جبابرہ یعنی مغرور امیروں کا ساز یور پہنتی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت
فاطمہؑ نے اوسی وقت اُسے توڑ دیا اور بیچ ڈالا۔ اور اُس سے ایک غلام خرید کر کے اوسے آزاد کر دیا۔ اس
بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے۔

(۵) کافی میں زرارہ امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ
کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؑ کو الوداع کہتے اور اُنھیں
کے گھر سے سفر کو تشریف لیجاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے حضرت فاطمہؑ کے دیکھنے کو تشریف